رم جھم
احمد ندیم قاسمی

شاعری

احمد ندیم قاسمی

قارئین سے

میرا موضوع سخن ہے زندگی
بے کراں، رقصاں، جواں نکہت فشاں
مضمحل، افسردہ، بے بس، نا امید
مضطرب، بے چین، بے کل، سرگراں

یہ زمرد ان گنت پہلو لیے
عکس افگن ہے مرے اذکار پر
جیسے اک روزن سے چلتے پھرتے سائے
تیرتے ہیں مر مریں دیوار پر

ہر نئے پہلو میں کتنے رنگ ہیں
اور ان رنگوں میں کتنے پیچ و خم
ہر نئے خم میں کئی باریکیاں
اور ان باریکیوں کے زیر و بم

زندگی اک حشر موضوعات ہے
اور ہر موضوع کے عنواں ہزار
کس کو اپناؤں، نہ اپناؤں کسے
زندگی پر ہے مرے فن کا مدار

◆◆◆

میں دور سہی، لیکن تیرے اشکوں کی رم جھم سنتا ہوں
بیٹھا ہوا دیس پرائے میں روتا ہوں اور سر دھنتا ہوں
جب برکھا دھوم مچاتی ہے اور کوئل بن میں گاتی ہے
احساس کے موتی چنتا ہوں، تخیل کے نغمے بنتا ہوں

◆◆◆

دھڑکنیں

خموش راتوں میں جو دھڑکنیں بکھیری تھیں
میں ان کو ایک لڑی میں پرو کے لایا ہوں
تو ان کو صرف اچٹتی ہوئی نظر سے نہ دیکھ
کہ میں ستاروں سے اڑ کر زمیں پہ آیا ہوں

◆◆◆

شبنم کے چراغ

گل و نسریں کے محلات میں شبنم کے چراغ
یہ فقط ایک تصور ہی نہیں اے ہم دم
یہ اگر صرف تصور ہے مرا تو اے کاش
ہوتی اس طرح حقیقت بھی حسیں اے ہم دم

◆◆◆

مصلحت

کون کہتا ہے اپنے شعروں میں
زندگی سے گریز کرتا ہوں
موت کو کب پکارتا ہوں میں
زیست کی آگ تیز کرتا ہوں

◆◆◆

فقیہ سے

فقیہ شہر! غواص معانی
تجھے اسرار عالم کی خبر کیا
تجھے بھی نصف شب کی ظلمتوں میں
نظر آتے ہیں انوار سحر کیا؟

◆◆◆

شاعرِ شباب

نہ بیش و کمؔ کا جہنمؔ نہؔ زشت و خوبؔ کا زہر
نہ اتباعؔ مرے منفرد خیالوں میں
وہ شاعری جو محبت سے بہرہ یاب رہی
کبھی الجھ نہ سکی منطقی سوالوں میں

◆◆◆

پہچان

ایک مدت کے بعد آج مجھے
ہم زباں ماننے لگے ہیں لوگ
پہلے روتے تھے، چونکتے ہیں اب
مجھ کو پہچاننے لگے ہیں لوگ

◆◆◆

میرے شعر

تم بھی اے دوستو! ہجوم کے ساتھ
اصطلاحوں کی رو میں بہتے ہو
یہ جوانی کے چند سپنے ہیں
تم جنہیں میرے شعر کہتے ہو

◆◆◆

ماضی و حال

جسے ہر شعر پر دیتے تھے تم داد
وہی رنگیں نوا خونیں نوا ہے
اب ان رنگوں کے نیچے دھیرے دھیرے
لہو کا ایک دریا بہہ رہا ہے

◆◆◆

نقاد سے

اڑانوں کو نہ کر محدود نقاد
مجھے بے گانہ پرہیز کر دے
خس و خاشاک ہر سو اڑ رہے ہیں
مرے شعروں کے شعلے تیز کر دے

◆◆◆

فرق مراتب

مجھے بھی چاہئے توفیق پرواز
میں تیرا ہم خیال و ہم زباں ہوں
مگر حجروں میں گم ہے تیری فریاد
میں صحرائے تپاں میں نغمہ خواں ہوں

◆◆◆

شاعر

مرے جذبات میرے پاسباں ہیں
مرے افکار میرے راز داں ہیں
مرے بس میں ہے تقدیر دو عالم
مری زد میں زمین و آسماں ہیں

◆◆◆

گہرائیاں

بہت اٹھے محبت کے مفسر
کوئی اس راز میں کامل نہ پایا
تہوں سے سیپیاں چنتے رہے سب
مگر اس بحر کا ساحل نہ پایا

◆◆◆

راز

میرا سرمایہ حیات ہو تم
میرا فن، میری کائنات ہو تم
باوجود التفات پیہم کے
ان کہی ان سنی سی بات ہو تم

◆◆◆

فرطِ گریہ

آنسوؤں میں بھگو کے آنکھوں کو
دیکھتے ہو تو خاک دیکھو گے
آئینے کو ذرا سا نم کر دو
پیرہم چاک دیکھو گے

◆◆◆

تیرے ہاتھوں کی حنا' تیرے لبوں کی سرخی
تیرے عارض کے چمن' تیرے تبسم کے کنول
یوں مرے ذہن کو انوار سے بھر دیتے ہیں
جیسے سورج کی جھلک سے چمک اٹھے بادل

◆◆◆

طلسم تبسم

چاندنی رات کا جادو بھی کوئی جادو ہے
میں نے دیکھا ہے ترے نرم تبسم کا طلسم
یہ تبسم ہے کہ پھولوں سے کرن پھوٹی ہے
یہ تبسم ہے کہ پایا ہے مرے خواب نے جسم

◆◆◆

جانی پہچانی

ٹھمک ٹھمک کے چلی جا رہی ہے پنہاری
چھلک چھلک کے گریباں تک آ گیا پانی
پھر ایک بھیگی ہوئی رات کا خیال آیا
پھر اک شبیہ نظر آئی جانی پہچانی

◆◆◆

عابد شب زندہ دار

وہ میرے گاؤں کی مسجد میں جل رہا ہے چراغ
یہ کون عابد شب زندہ دار ہے اس وقت
وہی تو ہے جو بہت سرد آہ بھرتا ہے
صبوحی اس گلی سے گزرتی ہے جس وقت

◆◆◆

گفتار و کردار

یہ چھت پہ بیٹھ کے دامن ہوا میں لہرانا
یہ گول مول اشارے مجھے پسند ہیں
کبھی زباں سے مجھے اذن باریابی دے
مرے جنوں کے لئے عرش بھی بلند نہیں

◆◆◆

آمد آمد

حسیں لبوں پہ جڑی بوٹیوں کا رس مل کر
صبوحی کھیت سے چڑیاں اڑانے آئی ہے
بچھا کے سرخ دوپٹے کو سنگریزوں پر
نہ جانے کس کے تصور میں مسکرائی ہے

◆◆◆

سفرِ مدام سفر

مانتا ہوں کہ کڑے کوس ہیں باقی لیکن
راستے میں ترے قدموں کے نشاں پاتا ہوں
اور کچھ دور چلو گے تو پہنچ جاؤ گے
بس اس آواز سے مسحور چلا جاتا ہوں

◆◆◆

امروز

زندگی کتنی امنگوں کا لئے پشتارا
اب بھی ماضی کی طرح منتظر فردا ہے
جسم کو روح بلاتی ہے تو ان کے مابین
ذہن آئینہ امروز لگا دیتا ہے

◆◆◆

میرا فن

میرے شعر ہیں وہی رس ہے وہی نرمی ہے
وہی نغمات اُمڈتے ہیں مرے سازوں سے
جن کو سن کر مرے افکار کو ملتی ہے اڑان
راستے گونج رہے ہیں انہی آوازوں سے

◆◆◆

بغاوت

اے خزاں رنگ سیاست کے علم بردارو
موسم گل پہ بھی الزام بغاوت دھر دو
ان کی مہکار سے مفلس ہوں بھلا کیوں مانوس
ایک اک پھول کو پابند سلاسل کر دو

◆◆◆

پنگھٹ کی رانی

وہ پانی بھرنے چلی اک جوان پنہاری
وہ گورے ٹخنوں پہ پازیب چھنچھناتی ہے
غضب غضب! کہ مرے دل کی سرد راکھ سے پھر
کسی کی تپتی جوانی کی آنچ آتی ہے

◆◆◆

برکھا کے دو رنگ

وہ چھا رہے ہیں فضاؤں میں سرمئی بادل
وہ تند و تیز ہواؤں کا ساز بجنے لگا
وہ دل کی بجھتی ہوئی آگ سے دھواں اٹھ کر
تصورات کے آکاش پر گرجنے لگا

◆◆◆

بے درد

بات کہنے کا جو ڈھب ہو تو ہزاروں باتیں
ایک ہی بات میں کہہ جاتے ہیں کہنے والے
لیکن ان کے لئے ہر لفظ کا مفہوم ہے ایک
کتنے بے درد ہیں اس شہر کے رہنے والے

◆◆◆

رقص کی رات

وہ تیرے گھومتے پاؤں میں گھنگھروؤں کے گیت
لچکتے ہاتھوں میں چاندی کے برق کے برق پاش کڑے
میں کیسے بھول سکوں رقص آہوا نہ ترا
نگاہ تھک گئی چن چن کے اتنے پھول جھڑے

◆◆◆

پکار

میں تیری آہ کی آواز باش گشت نہیں
میں گونج بن کے ترے ذہن پر نہ چھاؤں گا
تو جب بھی ظلمت شب میں مجھے پکارے گی
تری پکار کا بن کر جواب آؤں گا

◆◆◆

یاد کی شیرینی

خزاں کے ساتھ ہی میرے اداس ذہن میں کیوں
جمال یار برنگ بہار آتا ہے
یہاں سے اب میں کہاں جاؤں اے مرے خوابو
یہی وہ موڑ ہے جو بار بار آتا ہے

◆◆◆

حسن گریاں

یہ کس کی آہوں سے دہکی ہوئی بزم خیال
ندیم کون مرے پاس اشکبار آیا
غضب غضب! مری خاطر یہ حال زار ترا
مجھے تو آج محبت کا اعتبار آیا

◆◆◆

تان کے بان

یہ بھیڑیں چرتی رہیں گی اندھیری گھاٹی میں
ادھر بھی آؤ مرا ایک گیت تو سن لو
اس ایک تان پہ یہ سسکیوں کا ہنگامہ
میں گیت بعد میں گاؤں گا، پہلے سر دھن لو

◆◆◆

موسم کی شرارت

گھٹا افق سے اٹھی گونجتی گرجتی ہوئی
درخت جوش مسرت سے رقص کرتے ہیں
الٹ گئی ہے اچانک مگر بساط خیال
پرانے داغ نئی شان سے ابھرتے ہیں

◆◆◆

درد بے سبب

گلی کے موڑ پہ، بچوں کے ایک جمگھٹ میں
کسی نے درد بھری لے میں، ماہیا، گایا
مجھے کسی سے محبت نہیں، مگر اے دل
یہ کیا ہوا کہ تو بے اختیار بھر آیا

◆◆◆

جادو بھری رات

وہ دور جھیل کے پانی میں تیرتا ہے چاند
پہاڑیوں کے اندھیروں پر نور چھانے لگا
وہ ایک کھوہ میں اک بد نصیب چرواہا
بھگو کے آنسوؤں میں ایک گیت گانے لگا

◆◆◆

نورپاشی

اداس چاند نے بدلی کی آڑ میں ہو کر
کنارے ملگجے بادل کے کر دیے روشن
شب فراق میں جیسے تصور رخ دوست
دل حزیں کے اندھیرے میں روشنی کی کرن

◆◆◆

ساون کا سحر

برس کے چھٹ گئے بادل، ہوائیں گاتی ہیں
گرجتے نالوں میں چرواہیاں نہاتی ہیں
وہ نیلی، دھوئی ہوئی گھاٹیوں سے دور کونجیں
کسی کو دکھ بھری آواز میں بلاتی ہیں

◆◆◆

وہ رات آئی، وہ عالم پہ خامشی چھائی
وہ اک چٹان پہ اک بھیڑ چڑھ کے ممیائی
تو کس خیال میں کھویا گیا تھا چرواہے
کہ ایک ننھی سی جان کی تجھے نہ یاد آئی

◆◆◆

نوجوان راہی

وہ سبز کھیت کے اس پار اک چٹان کے پاس
کڑکتی دھوپ میں بیٹھی ہے ایک چرواہی
پرے چٹان سے پگڈنڈیوں کے جالوں میں
بھٹکتا پھرتا ہے وہ ایک نوجواں راہی

◆◆◆

دعا

ابد تک ایسے ہی ایوانِ شب سجاتا رہے
جبینِ چرخ پہ تا حشر جگمگاتا رہے
مری صبوحی کے بالوں میں کرنیں بنتا ہے
الٰہی! چاند جہاں جائے مسکراتا رہے

◆◆◆

معراج

زمیں پہ گھوم چکا، آسماں سے ہو آیا
مکاں کا ذکر ہی کیا، لامکاں سے ہو آیا
مگر عروج کا احساس ہے جبھی ممکن
اگر ندیم ترے آستاں سے ہو آیا

◆◆◆

سیلاب نور

ترے جمال کی بس اک جھلک ہی کافی تھی
یہ تجھ سے کس نے کہا' حسن بے پناہ دکھا
تجلیات کے نرغے میں گھر گیا ہوں میں
میرے خیال کے دھندلے چراغ! راہ دکھا

◆◆◆

پانی میں آگ

ابھی تو جھیل کی لہروں پہ ہے سکوں طاری
ابھی تو دور ہے طوفان باد و باراں کا
سفینہ راں نہ پلٹ' دیکھ کر بھنورے کے نشاں
یہ ایک رقص ہے موجوں کے قلب سوزاں کا

◆◆◆

تحائف

یہ اوڑھنی، وہ جھمکے، اور یہ مالا ہے
وہ یاسمن ہے، یہ گیندا ہے، اور وہ لالہ ہے
اور ان کے ساتھ شفق رنگ اشک ہیں دو چار
جنہیں فراق نے پالا ہے، غم نے ڈھالا ہے

◆◆◆

ذوق کی خامی

ہدف کہیں بھی نہیں مضطرب نگاہوں کا
کوئی سہارا نہیں بے قرار باہوں گا
یہ تیرے ذوق کی نا محرمی ہے ورنہ ابھی
ترے شباب کو! احساس ہے گناہوں کا

◆◆◆

بے چارہ رقیب

یہ لینے آیا تجھے کون کالے کوسوں سے
مجھے تو اس کی جوانی پہ رحم آتا ہے
عنقریب کھلے گا یہ تلخ راز اس پر
ترا جمال محبت کو پیچ کھاتا ہے

◆◆◆

بعدازوقت

کئی برس سے ہے ویران مرغزار شباب
اب التفات کے بادل برس رہے ہیں کیوں
یہ بوندیاں، یہ پھواریں، یہ رس بھرے جھونکے
توقعات کی نعشوں کو ڈس رہے ہیں کیوں

◆◆◆

تقابل

فراز چرخ سے وہ ابر نور بہار اترا
زمیں کی تشنہ لبی آج رنگ لا کے رہی
مگر فسردہ افق کے سپاٹ سینے پر
کسی غریب کی وحشت غبار اڑا کے رہی

◆◆◆

شور و شغب

یہاں وہاں سے چلی آ رہی ہیں آوازیں
کئی صداؤں سے لبریز ہے خلائے حیات
میں ایسے شور و شغب میں وہ چیخ کیسے سنوں
ہے جس سے آج بھی وابستہ مدعائے حیات

◆◆◆

پرچھائیاں

جھری میں کانپتی ہے بے قرار پرچھائیں
دیئے کی لو میں لرزتا ہے ایک پیکر سیم
سرائے میں بھی خیالات کے فرشتوں نے
دیا ہے میری جہاں گر دیوں کا ساتھ ندیم

◆◆◆

سانس کی پھانس

اندھیری شب کی پر اسرار سنسناہٹ میں
گھلی ہوئی ہے کسی محو انتظار کی سانس
بایں فروغ' ارادوں میں ابن آدم کے ساتھ
کھٹک رہی ہے ابھی جبر و اختیار کی پھانس

◆◆◆

پردوں کی لرزش

کبھی نہ پلٹے گی بیتی ہوئی گھڑی لیکن
تصورات سے دل خوش ہیں نوع انساں کے
وہ کس کے ہاتھ کے ہیں منتظر، خدا جانے
لرزتے رہتے ہیں پردے حریم جاناں کے

◆◆◆

گریز

خموش جھیل پہ کیوں ڈولنے لگا بجرہ
ہوائیں تند نہیں ہیں، کنارہ دور نہیں
بھنور کا ذکر نہ کر، زندگی کا لطف نہ چھین
مجھے ابھی کسی انجام کا شعور نہیں

◆◆◆

ابتدا

ابھی تو چند بگولے اٹھے تھے صحرا میں
غبار راہ میں کیوں کارواں بھٹکنے لگا
ابھی تو آئیں گے پر ہول آندھیوں کے پرے
ابھی سے خار سا کیوں میں کھٹکنے لگا

◆◆◆

خرام ناز

یہ بھی کیا چال ہے؟ ہر گام پہ محشر کا گماں
پائلیں بجتی ہیں، لہنگے کی کماں تنتی ہے
یوں چلو جیسے اترتی ہے کہستاں سے ہوا
جیسے رنگوں کے تموج سے کرن بنتی ہے

◆◆◆

سانولا سلونا

ڈھول بجتے ہیں، دھما دھم کی صدا آتی ہے
فصل کٹتی ہے، چمکتی ہے، بچھی جاتی ہے
نوجواں گاتے ہیں جب سانولے محبوب کا گیت
ایک دوشیزہ ٹھٹک جاتی ہے، شرماتی ہے

◆◆◆

ذہنی آسودگی

بالیاں ناچتی ہیں، ہنستی ہو جب سکھیوں میں
چوڑیاں گاتی ہیں گاگر کو جو چھلکاتی ہو
اف یہ پازیب کی جھنکار، یہ جھومر کی چھبن
مجھ سے بچتی ہو، مرے ذہن کو بہلاتی ہو

◆◆◆

یاد کے فانوس

چوڑیاں توڑ دے اغیار نہ سن لیں آواز
کرچیاں اپنے گریباں میں چھپا کر لے جا
ہاں مگر خلوت احساس کی رونق کے لئے
سرخ بلور کی دو شمعیں مجھے بھی دے جا

◆◆◆

ہوشیار

دیکھو سوئے ہوئے پنچھی نہ کہیں جاگ اٹھیں
ہائے تالاب میں گا کر نہ گھماؤ اس وقت
دیکھو ڈھیری پہ وہ بیٹھا ہے کوئی چرواہا
ہائے بھیگا ہوا آنچل نہ اڑاؤ اس وقت

◆◆◆

افشائے راز

تجھ کو معلوم ہے آشفتہ خیالی میری
تیرے چہرے کے یہ انداز کہے دیتے ہیں
اف یہ آنکھوں کی جھپک، ہائے یہ پلکوں کی نمی
تیرے آنسو تو مرے راز کہے دیتے ہیں

◆◆◆

عکس لرزاں

یوں مرے ذہن میں لرزاں ہے ترا عکس جمیل
دل مایوس میں یوں گا ہے ابھرتی ہے آس
ٹمٹماتا ہے وہ نوخیز ستارا جیسے
دور مسجد کے اس ابھرے ہوئے مینار کے پاس

◆◆◆

سراپا

تیری زلفیں ہیں کہ ساون کی گھٹا چھائی ہے
تیرے عارض ہیں کہ پھولوں کو ہنسی آئی ہے
یہ ترا جسم ہے یا صبح کی شہزادی کی
ظلمت شب سے الجھتی ہوئی انگڑائی ہے

◆◆◆

خواب

کس کی سانسیں مری سانسوں میں گھلی جاتی ہیں
کس کا دامن مرے دامن سے الجھ جاتا ہے
کسی کی باہیں مری گردن میں حمائل ہیں ندیم
شام ہوتے ہی کیا خواب نظر آتا ہے

◆◆◆

حیا

آج پنگھٹ پہ یہ گاتا ہوا کون آ نکلا
لڑکیاں گاگریں بھرتی ہوئی گھبرا سی گئیں
اوڑھنی سر پہ جما کر وہ صبوحی اٹھی
انکھڑیاں چار ہوئیں، جھک گئیں، شرما سی گئیں

◆◆◆

حسن مترنم

تھا ڈھولک پہ وہ اک دست حنائی کی پڑی
لال ہونٹوں سے وہ گیتوں کے شرارے چھوٹے
پھول سے کانوں میں تھرائے سنہری بندے
ٹمٹماتے ہوئے تارے وہ افق پر ٹوٹے

◆◆◆

سیلاب جمال

سر پہ گاگر ہے لچکتی ہے کمر رہ رہ کر
تر کیے دیتا ہے زلفوں کو چھلکتا پانی
ننھی سی دھار وہ گردن سے تھرک کر لپکی
ساری دنیا کو ڈبو دینے کی تو نے ٹھانی

◆◆◆

بے پرواجوانی

یاد ہے یاد ہے اب بھی ترا بے باک شباب
سرخ گاگر کو انگوٹھی سے بجا کر گانا
سر اٹھاتے ہوئے آنچل کا کھسک کر گرنا
چھاج پٹخاتے ہوئے زلف کا لہرا جانا

◆◆◆

افسانہ نقشِ پا

وقت پر کاش پہنچتا مرا رہوار یہاں
لیکن اس دشت میں اب بھی تو ہے رنگینی سی
یہ نقوشِ قدم اتنا تو بتاتے ہیں مجھے
کہ پلٹ کر وہ ادھر دیکھ کے چل دیتی تھی

◆◆◆

قبل از وقت

سیلِ انوار دھندلکوں سے الجھتا ہے ہنوز
کپکپاتا ہے ابھی رات کا پیراہن چاک
کیوں ابھی سے تجھے رخصت کا سماں یاد آیا
ہو رہے ہیں تری آنکھوں کے کنارے نمناک

◆◆◆

گریہ مجبوری

چپکے چپکے مرے آلام پہ رونے والی
گردشِ وقت کے اعجاز سے مایوس نہ ہو
تو ہے مجبور تو یوں رو کہ یہاں اتنی دور
تیرے اشکوں کی روانی مجھے محسوس نہ ہو

◆◆◆

تقاضائے شباب

خشک ہونٹوں پہ زباں پھیر تو لو گی' لیکن
بھیگی آنکھوں کی خلاؤں کو چھپاؤ گی کہاں؟
میں نے مانا کہ محبت نہ کرو گی مجھ سے
اپنی طرار جوانی کو لبھاؤ گی کہاں؟

◆◆◆

پو پھٹے رینگتے جھرنے پہ یہ کون آیا ہے
بال بکھیرے ہوئے' لپٹے ہوئے خواب آنکھوں سے
لوٹ لیں تشنگیِ زیست نے نیندیں' ورنہ
یوں پیا پے نہ برستی مے تاب آنکھوں سے

◆◆◆

جب اور اب

جب تری آنکھ میں تارے تھے، شرارے اب ہیں
دو برس میں یہ تغیر! کوئی مانے کیسے؟
جب مرے دل میں گلستاں تھے، بیاباں اب ہیں
دور سے دیکھنے والا کوئی جانے کیسے؟

◆◆◆

تجاہل

تم تعارف کی طلبگار ہو؟ قرباں جاؤں
میں تو خیر ایک مسافر ہوں کہیں جانا ہے
میری پہچان تو بیکار ہے، لیکن تم نے
کیا چراگاہ کے شہتوت کو پہچانا ہے؟

◆◆◆

چند برس بعد

میں نے جس چاند کو چاہا تھا' وہ عریاں تو نہ تھا
پیکر نور سہی' اتنا نمایاں تو نہ تھا
تیری ہر جنبش موہوم ہے اک دعوت عام
میرا معیار نظر اس قدر ارزاں تو نہ تھا

◆◆◆

راضی برضا

میری فریاد سے ماتھے پہ شکن ہے کیسی
یہ بھی اک ناز ہے تیرا تو میں صدقے اس کے
پردے سرکا کے بھی پردے میں چھپے رہنا کیا
یہ بھی انداز ہے تیرا تو میں صدقے اس کے

◆◆◆

آنکھ اوجھل پہاڑ اوجھل

میرا دیس میں جانے کا یہ مطلب تو نہ تھا
کہ کسی اور کے پہلو کو تم آباد کرو
دل میں احساس کا اک ذرہ بھی باقی ہے اگر
چیت کی چاندنی راتوں کو ذرا یاد کرو

◆◆◆

کھنڈروں میں

میں نے اس دشت کی وسعت میں شبستاں پائے
اس کے ٹیلوں پہ مجھے قصر نظر آئے ہیں
ان ببولوں میں کسی ساز کے پردے لرزے
ان کجھوروں پہ مرے راز ابھر آئے ہیں

◆◆◆

بے چارگی

کس کی دستک ہے؟ ٹھہرنا تو ابھی آتا ہوں
آپ؟ واللہ مسرت سے مری جاتی ہوں
لیکن اس وقت وہ چوپال سے آ جاتے ہیں
جایئے آپ ہی کے سر کی قسم کھاتی ہوں

◆◆◆

یادوں کے چراغ

رات کے آتے ہی یادوں کے دیے جلتے ہیں
منعکس تارے ہوں جس طرح رواں پانی میں
آمدِ صبح پہ یوں ذہن میں کھو جاتے ہیں
جیسے انفاس کی لو نعش کی پیشانی میں

◆◆◆

بے سود

سنگ سے پھول اگاتا ہوں، مگر سب بے سود
پھول سے آگ جلاتا ہوں، مگر سب بے سود
اک کرن بھی تو نہ پھوٹی مرے بے حس دل سے
ذرے کو مہر بناتا ہوں، مگر سب بے سود

◆◆◆

رخصت

بوڑھے ماں باپ بلکتے ہوئے گھر کو پلٹے
چونک اٹھے ہیں وہ شہنائی بجانے والے
اف بچھڑتی ہوئی دوشیزہ کے نالوں کا اثر
ڈولتے جاتے ہیں ڈولی کو اٹھانے والے

◆◆◆

دائرہ

ڈولی اٹھتی ہے تو شہنائی بجا کرتی ہے
آنکھیں روتی ہیں تو بڑھ جاتی ہے دل کی دھڑکن
یہ سبب اور نتیجے کی پرانی تکرار
یہ کڑکتا ہوا بادل، یہ بھڑکتا خرمن

بے سود دعائیں

کیوں مرے جینے کی دن رات دعا کرتی ہو
جنگ میں خاک بنے کوئی مرا رکھوالا
آج کل ہی کوئی خط آئے گا اور سن لو گی
توپ نے ایک سپاہی کو بھسم کر ڈالا

◆◆◆

لذت گریہ

رات تاریک، ہوا تند، گھٹائیں بد مست
کوئی بجلی کی طرح قلب میں بل کھاتا ہے
اف! یہ گنجان درختوں کا اکیلا جھرمٹ
مجھے تنہائی کے رونے میں سرور آتا ہے

◆◆◆

عید کا روگ

عید کا روز تھا سب پیر و جواں ہنستے رہے
لڑکیاں گاتی رہیں نیم کے چھتناروں میں
ٹکٹکی باندھے ہوئے محو رہے میرے خیال
دور افق پار کے اجڑتے ہوئے نظاروں میں

◆◆◆

مرگ تجلی

یوں تو جوہر نے الاؤ سے لگا رکھے ہیں
روح سے نور کا احساس چھنا جاتا ہے
صبح ہوتی ہے، مگر رات نہیں کٹ پاتی
اب تو سورج ستاروں میں گنا جاتا ہے

◆◆◆

بیوی کا خط

میری چٹھی کا بہت طول نہ دینا بھیا
اس طرح راہ میں کھو جاتی ہے، سب کہتے ہیں
کونسی فوج میں شامل ہیں؟ مجھے یاد نہیں
بس یہ معلوم ہے، ایران میں وہ رہتے ہیں

◆◆◆

شہر کی شورشیں

گاؤں سے آیا تھا شہروں میں سکوں پانے کو
جاہ و منصب کے ہیولوں میں سما جانے کو
ان دیاروں میں تو اتنی سی بھی فرصت نہ ملی
کہ بھلا سکتا ترے عشق کے افسانے کو

◆◆◆

تلاش دوام

میں ستاروں کے اجالے میں تجھے ڈھونڈوں گا
ڈوبتے چاند کے ہالے میں تجھے ڈھونڈوں گا
جستجو جب افق زیست پہ منڈلائے گی
ست نبضوں کے سنبھالے میں تجھے ڈھونڈوں گا

◆◆◆

سادگی

کھدر کا نیا لباس پہنے
کس شان سے تو گلی میں آئی
صد شکر کہ جانتی نہیں تو
کھاب پرست ہے خدائی

◆◆◆

دیار حبیب کو

اس وقت کہاں کا عزم کر کے
یوم جسم نکھار کر چلی تو
مہتاب پہ تیوریاں چڑھائے
پازیب اتار کر چلی تو

◆◆◆

ستارے کا اشارہ

تم روٹھ گئے تو کچھ نہ بھائے
ہر شے مجھے کاٹنے کو آئے
وہ کانپ کے اک ستارہ ٹوٹا
ہائے! مرا دل ڈوب جائے

◆◆◆

شب جدائی

بھولے گی نہ وہ شب جدائی
وہ کانپ کے ان کا سر جھکانا
گالوں پہ چمکنا آنسوؤں کا
تاروں کا افق پہ جھلملانا

◆◆◆

ایک تصویر

صحرا کی سپاٹ وسعتوں میں
یوں ایک کھجور ہے خمیدہ
جیسے مرے ذہن کے افق پر
ابھری ہو صبوحیِ آب دیدہ

◆◆◆

عشق یا ہوس؟

بجتے ہی گجر اڑے پتنگے
لالچ تھا، بندگی نہیں تھی

مٹی کے دیے کا ذکر کیسا
دراصل دیے کی لو حسیں تھی

◆◆◆

چند عزیز دوستوں سے

تم بہر عیادت آئے مجھ تک
پوری ہوئیں دوستی کی رسمیں
جاؤ مری زیست کے سہارو
اب موت نہیں ہے میرے بس میں

◆◆◆

دہائی

وہ چاند کا ٹکڑا، وہ ترا دست حنائی
وہ تیری ہنسی، یعنی وہ گلہائے طلائی
وہ ہونٹ، وہ آنکھیں، وہ جبیں اور وہ گیسو
دوں کس کی دہائی! مرے اللہ دہائی

◆◆◆

فریبِ نظر

رخسار ہیں یا عکس ہے برگ گل تر کا
چاندی کا یہ جھومر ہے کہ تارا ہے سحر کا
یہ آپ ہیں یا شعبدہ خواب جوانی
یہ رات حقیقت ہے کہ دھوکا ہے نظر کا

◆◆◆

صبح کا تارا

وہ صبح کا تارا ہے دھندلکے میں خراماں
یا چاند کا بدلی سے ٹپکتا ہے اجالا
یا میری صبوحی ہے کہ پنگھٹ کے کنارے
لہراتی ہے اوڑھے ہوئے نیندوں کا دو شالا

◆◆◆

نگاہ آتشیں

پنگھٹ پہ پہنچتے ہی نظر کس نے اٹھائی
بجلی سی خلاؤں میں لپکتی ہوئی آئی
امید کا سینے میں نشاں تک نہیں ملتا
دی کس نے مری روح کی خلوت میں دہائی

◆◆◆

جھجک

گاگر کو اٹھائے کہ دوپٹے کو سنبھالے
جی چاہتا ہے بڑھ کے ذرا ہاتھ بٹا دوں
لیکن وہ دہکتی ہوئی انگارہ سی آنکھیں
کس طرح میں سوئے ہوئے شعلوں کو ہوا دوں

◆◆◆

عرض نیاز آخری

اے میری صبوحی! تجھے اغیار کو سونپا
میں اب ترے اصرار پہ گھر لوٹ تو جاؤں
لیکن تجھے کاٹیں گے یہ ابریشمی پردے
ڈولی سے نکل آ، تجھے آنکھوں میں بٹھاؤں

◆◆◆

طوفانی موسم

ساون کی یہ رت اور یہ جھولوں کی قطاریں
اڑتی ہوئی زلفوں پہ مچلتی ہیں پھواریں
میں صبح سدے ندی کے کنارے پہ کھڑا ہوں
ملاح کہاں ہیں جو مجھے پار اتاریں

◆◆◆

امید کی کونپل

کرنوں کی تمازت میں دمکتے ہوئے بندے
جھونکوں کے تھپیڑوں میں لہکتا ہوا آنچل
ہر گام پہ چھاگل کا چھلکتا سا چھنا کا
کیوں پھر سے ہری کوئی ہو امید کی کونپل

◆◆◆

خوفِ رسوائی

جاگے ہوئے تاروں سے مرا راز نہ کہہ دے
یہ پوکی ابھرتی ہوئی دھند لائی ہوئی دھار
پورب سے یہ کس شوخ نے کھولا ہے دریچہ
بدنام نہ ہو جائے مرا شوق پہ اسرار

◆◆◆

سرزنش

تو عمر صبوحی کسی میلے میں نہ جائے
تیوہار منانے ہوں تو گھر ہی منائے
وہ شوق ملاقات کو پابند نہ کرتی
آنگن کے حصاروں کو مگر کون گرائے

◆◆◆

امید کی نیا

شب بیت گئی اور وہ اب تک نہیں آئے
کشتی مری امید کی یوں ڈول رہی ہے
گویا کوئی آوارہ بھٹکتی ہوئی چڑیا
ڈالی پہ کسی نیم کی پر تول رہی ہے

◆◆◆

او سانڈنی سوار

ٹیلوں پہ لپکتے ہوئے او سانڈنی والے
جب دور افق پر مری منزل سے گزرنا
کہنا: ''تری دوری اسے جینے نہیں دیتی
اور ساتھ ہی پردیس میں بیکار ہے مرنا!''

◆◆◆

ابابیل

وہ تار کے اک کھمبے پر بیٹھی ہے ابابیل
اڑنے کے لئے دیر سے پر تول رہی ہے
جس طرح مرے عشق کی ٹوٹی ہوئی کشتی
امید کے ساحل پر کھڑی ڈول رہی ہے

◆◆◆

جب سائے ڈھلتے ہیں

گھبرائی ہوئی چال، کھلے بال، کھلے گال
یہ طور کسی اور حقیقت کے ہیں غماز
دیوار سے لگ کر نہ گزر میری صبوحی
کھل جائے نہ سب پر ترے انجام کا آغاز

◆◆◆

پانی میں آگ

گرتی ہوئی بوندوں میں یہ جھنکار ہے کیسی
بہتے ہوئے پانی کی یہ رفتار ہے کیسی
اے حسن کی درگاہ کے راندے ہوئے خوابو
بچ بستہ ہواؤں میں یہ تلوار ہے کیسی

◆◆◆

محبت دشمن

میں رند سہی رند سیہ کار نہیں تھا
جذبات کے چنگل میں گرفتار نہیں تھا
اے میری محبت کا گلا گھونٹنے والے
میں تیری خدائی کا خریدار نہیں تھا

◆◆◆

بھولے ہوئے افسانے

گزری ہوئی راتیں نہ مجھے یاد دلاؤ
خوابیدہ ہیں شعلے انہیں تنکے نہ دکھاؤ
مانا کہ زمانے میں وفا مل نہیں ہو سکتی
لیکن یہ سنائی ہوئی باتیں نہ سناؤ

◆◆◆

پرانی راہ

اس راہ پہ یہ تیز روی ننگ سفر ہے
اس راہ کو چبھتا ہے یہ انداز ہمارا
اس راہ پہ اے دوست ہم آہستہ چلیں گے
اس راہ کا ہر ذرہ ہے ہم راز ہمارا

◆◆◆

برسات

گرتی ہوئی بوندیں ہیں کہ پارے کی لکیریں
بادل ہے کہ بستی پہ مجروم کا دھواں ہے
مغموم پپیہا ہے کہ بھٹکا ہوا شاعر
جو پوچھتا پھرتا ہے کہاں ہے تو' تو کہاں ہے؟

◆◆◆

ایک کھیل

کل گاؤں سے کچھ دور اک افسردہ گڈریا
اک پیڑ کی شاخوں کو کھڑا چوم رہا تھا
میں بولا: یہ کیا کھیل ہے؟ کہنے لگا ہنس کر
کچھ بوجھ سا تھا جی پہ، یونہی گھوم رہا تھا

◆◆◆

امید کی قبریں

وہ چاند دھندلکے کی نقاب اوڑھ رہا ہے
وہ پھیل گیا گاؤں کی گلیوں میں اندھیرا
چنگاریاں سوتے ہوئے دل میں بھڑک اٹھیں
امید کی قبروں کو تری یاد نے گھیرا

◆◆◆

الجھاؤ میں سلجھاؤ

اوڑھنی کے ساتھ ایک جھمکا اٹک کر رہ گیا
اور جھمکے میں ہیں بالوں کی لٹیں الجھی ہوئی
لب کھلے، چہرہ شفق آلود آنکھوں میں ہنسی
حسن کی ژولیدگی ہے کس قدر سلجھی ہوئی

◆◆◆

افشائے راز

میری باتیں نرم تھیں، میری ہنسی بے لوث تھی
میرا انداز جوانی بھی بہت معصوم تھا
یہ تری آمد پہ میری بے محل سنجیدگی
راز یوں افشا ہوا کرتے ہیں، کیا معلوم تھا

◆◆◆

اعتزار

میرے جاتے ہی یہ بھیڑیں راہ سے ہٹ جائیں گی
اور یکسر روندے جائیں گے مرے نو خیز کھیت
لیکن اب میرا یہاں رکنا بہت دشوار ہے
اف وہ چرواہی' وہ ندی کا کنارا' اور وہ ریت

◆◆◆

تصورِ دوست

ملگجے پردوں میں چھپ کر چاند کیا سوچا کیا؟
تارے کس کی فکر میں آنکھوں کو جھپکاتے رہے
اک مرے دل ہی میں تھا تیرا تصور میرے دوست
یا زمانے بھر کو تیرے ہی خیال آتے رہے؟

◆◆◆

ایک تصور

یہ فضا، یہ گھاٹیاں، یہ بدلیاں، یہ بوندیاں
کاش اس بھیگے ہوئے پربت سے لہراتی ہوئی
دھیرے دھیرے ناچتی آئے صبوحی اور پھر
گھل کے کھو جائے کہیں میری غزل گاتی ہوئی

◆◆◆

ایک آرزو

پھیکی پھیکی چاندنی ہو، ہلکا ہلکا ابر ہو
ایک گھاٹی میں ہو بل کھاتے ہوئے جھرنے رواں
چار سو پھولوں کی خوشبو سے غنودہ ہو فضا
اور اک تارے پہ لہراتی ہوں تیری انگلیاں

◆◆◆

لچک

باجرے کے فصل سے چڑیاں اڑانے کے لئے
ایک دوشیزہ کھڑی ہے کنکروں کے ڈھیر پر
وہ جھکی' وہ ایک پتھر سنسنایا' وہ گرا
کٹ گئے ہیں اس کے جھٹکے سے مرے قلب و جگر

◆◆◆

طوفان زدہ مشعل

کل یہاں پنگھٹ پہ اک لڑکی کا مٹکا ٹل گیا
سر پہ اک مٹی کا گاگر تھی، شکستہ ہو گئی
اس کی آنکھوں میں چمک سی آئی، پھر اک دھند سی
جیسے اک مشعل بھڑک کر آندھیوں مین کھو گئی

◆◆◆

خوش گوار حادثہ

گرمیوں کی رات، نیلا آسماں، پیلے نجوم
اک کھنڈر سے ایک لڑکی جھانکتی ہے بار بار
وہ کوئی سایہ سا گلیوں میں لپکتا آ گیا
وہ بکھر کر رہ گئی باہوں پہ زلف مشکبار

◆◆◆

کربِ انتظار

اجڑا اجڑا جھونپڑا اور کھوئی کھوئی نازنیں
الجھے الجھے گیسو میں بھیگی بھیگی انکھڑیاں
جب کوئی چڑیا بھی اڑتی ہے تو چونک اٹھتی ہے وہ
اور چھا جاتی ہیں عارض پر شفق کی سرخیاں

◆◆◆

مبہم سا خواب

بادلوں کو چیر نکلی ہے سورج کی کرن
لوٹتی ہے ایک مہ طلعت کے سیمیں پاؤں میں
بند آنکھیں، کانپتے لب، اور اک مبہم سا خواب
مضطرب ہے، لانبے گیسو کی چھاؤں میں

◆◆◆

چشمِ سرمگیں

نیم کی شاخوں میں جھولوں پر ملہاریں اب کہاں
اے صبوحی! اب تو ساون کا مہینہ جا چکا
تو نہ آ سکتی تھی مانا' تو بہت مجبور تھی
سر اٹھا' آنکھیں ملا' میں تیرا مقصد پا چکا

◆◆◆

پاداش

رات بھر سینے میں اک نے نام سے الجھن رہی
رات بھر کرتی رہیں آنکھیں ستاروں کو شمار
کیا کسی زہر جبیں کو دیکھ لینا جرم ہے
اف وہ ویرانہ وہ چرواہا وہ چشمِ میگسار

◆◆◆

فریب نگاہ

کس لئے صیاد چن دیتے ہیں کلیاں دام پر
کیوں جہنم پر ہیں جنت کی بہاروں کے حجاب
لطف کے پردے ہیں کیوں ترچھی نگاہیں ڈال کر
میری نیندیں لوٹ لیتی ہیں، وہ چشم نیم خواب

◆◆◆

بچپن ساربان

کیا ہوئیں اے دوستوں میلے کو جانے والیاں
میں کجا وے کس کے بیٹھا ہوں اندھیری رات میں
کوئی کہہ دیتا صبوحی سے کہ میں بے بس ہوں آج
ہائے یہ دس کوس کا لمبا سفر برسات میں

◆◆◆

منتظر جھولا

عید کا دن ہے فضا میں گونجتے ہیں قہقہے
جھولتی ہیں لڑکیں جھولوں پہ گاتی ہیں ملہار
میرا جھولا جس سے ہیں لپٹے ہوئے سرسوں کے پھول
دیکھتا ہے ایک ٹکڑ کو لپک کرُ بار بار

◆◆◆

لطف ناتمام

چھت سے یوں آنچل ہلا دینا بھی کوئی بات ہے
آ کہ پھر تازہ کریں عیش و طرب کی محفلیں

سارا عالم دم بخود ہے رات ہے برسات ہے
آ اکٹھے طے کریں کون و مکاں کی منزلیں

◆◆◆

چاند کے سجدے

آ رہی ہے نیم کی شاخوں سے چھن کر چاندنی
چومتی ہے تیرے پائے یاسمیں کو بار بار
میری مجبوری کا کیا رونا، کہ میں انسان ہوں
چاند بھی سجدوں کی خاطر ہو رہا ہے بے قرار

◆◆◆

گھات میں

گورے ہاتھوں میں یہ دھانی چوڑیوں کی آن بان
کالی زلفوں پر گلابی اوڑھنی کی آب و تاب
ہر قدم پر نقرئی خلخال کی نغموں کی لہر
تیرے پیکر میں مجسمہ ہو گئی روح شباب

◆◆◆

شباب مجسم

گائیں ڈکراتی ہوئی پگڈنڈیوں پر آ گئیں
مرلیاں ہاتھوں میں لے کر مست چرواہا بڑھے
بیریوں کے دھندلے سایوں میں کھڑا ہوں منتظر
ایک لڑکی کو گزرنا ہے یہاں سے دن چڑھے

◆◆◆

تبسم غماز

کھڑ کھڑاتی ڈول وہ دھم سے کنوئیں میں گر گئی
دم بخود پنہاں ریاں کنگن گھماتی رہ گئیں
وہ کنوئیں میں ایک چرواہا اترنے کو بڑھا
وہ صبوحی کی نگاہیں مسکراتی رہ گئیں

◆◆◆

جانے کہاں

لڑکیاں چنتی ہیں گیہوں کی سنہری بالیاں
کاٹتے ہیں گھاس مینڈھوں پر سے بانکے نوجواں
کھوئی کھوئی ایک لڑکی بیریوں کی چھاؤں میں
دیکھتی ہے گھاس پر لیٹی ہوئی جانے کہاں

◆◆◆

حیات نو

ہائے یہ کالی گھٹا کا گنگنانا بار بار
ہائے یہ کھپریل چھپر پہ بوندوں کا ملہار
ہائے یہ بھیگے ہوئے آنچل میں بجلی کے خطوط
تن گئے ہیں یک بیک میرے شکستہ دل کے تار

◆◆◆

افسانہ محبت

کس قدر بدنام ہیں میری جنوں سامانیاں
اور کتنی مختصر سی داستان عشق ہے
وہ نگاہوں کا تصادم! وہ لبوں کی کپکپی
اور وہ کانسی کی گاگر کا چھلکنا پے در پے

◆◆◆

لے کی مے

ہائے وہ سارنگیوں کے تاز وہ تانیں تری
اور حنا آلود پوروں کا وہ رقص بے خودی
چھا رہی ہے چرخ کے تاروں پہ بن کر موج نور
زندگی، موسیقیوں کے جال میں لپٹی ہوئی

◆◆◆

دیدارِ عام

دھیمے دھیمے چل رہی ہیں کیوں ہوائیں آج رات
محو ہیں کس کے تصور میں فضائیں آج رات
تم بھی اے تارو! اتر آؤ فراز کوہ پر
عام کر دوں گا صبوحی کی ادائیں آج رات

◆◆◆

لمحہ فرصت

کٹ چکی جب فصل اور دہقان ستانے لگے
اک کھنڈر کے پاس ہو یوں آئی کتراتی ہوئی
جیسے اک ہلکی سی بدلی ابر چھٹ جانے کے بعد
اوودے پربت کی طرف جاتی ہے اٹھلاتی ہوئی

◆◆◆

کیفِ خلوت

ساحل دریا ہے، سناٹا ہے، وقت شام ہے
سرسراتی ہے ہوا اور ناچتا ہے میرا دل
اب تو خلوت پر گمان جلوہ گاہ عام ہے
نازنین پیکر سا اک رقصاں ہے دل کے متصل

◆◆◆

خیر مقدم

جانے اس دھندلے افق پر کس حسیں کو دیکھ کر
اپنی باہوں کو ہلاتی تھی کھجوروں کی قطار
چاندنی کے بھیس میں اٹھکیلیاں کرتا ہوا
وہ اتر آیا ہے ٹیلوں پر کوئی مستانہ وار

◆◆◆

الف لیلہ کی ایک رات

بج رہی ہیں ہولے ہولے کارواں کی گھنٹیاں
رینگتی جاتی ہے صحراؤں میں اونٹوں کی قطار
ایک دوشیزہ کی آنکھیں آنسوؤں سے بھر گئیں
دیکھتی ہے جانے کیوں سوئے افق دیوانہ وار

◆◆◆

محبت کے کھنڈروں میں

ہاں اسی وادی میں اپنی داستانیں دفن ہیں
ہاں اسی چوٹی پہ لہرایا تھا آنچل آپ کا
ہاں اسی جھرنے میں جب جلتے تھے تاروں کے چراغ
کس قدر شدت سے دل ہوتا تھا بے کل آپ کا

◆◆◆

میرے شبستاں

ہاں انہی مڑتی ہوئی راہوں پہ اکثر وقت شب
ہم اڑا کرتے تھے ہو کر مست اونٹوں پر سوار
اس کھنڈر میں بیٹھ کر آنسو بہائے بے سبب
ان چٹانوں پر کھڑے ہو کر ہنسے بے اختیار

◆◆◆

ہمہ گیری

جھاڑیاں کملا گئیں اور کھیت سونے ہو گئے
اڑتے پھرتے ہیں بگولے جھونپڑوں کے آس پاس
اے صبوحی! تجھ کو جاتا دیکھ کر پردیس میں
اک مرا دل بجھ گیا' یا ہو گئی دنیا اداس

◆◆◆

نادیدہ دوست

وہ افق سے ایک بدلی نے اٹھایا اپنا سر
نیم کی شاخوں میں کچھ گانے لگی ٹھنڈی ہوا
دیکھتا ہوں کچھ، مگر محسوس کر سکتا نہیں
میرے دل سے یہ نکل کر کون باہر آ گیا؟

◆◆◆

موہوم آواز

روح کے پر ہول ویرانوں میں پچھلی رات کو
تیرتی ہے ایک دوشیزہ کی یہ موہوم لے
''راہ تکتی ہوں تری' بیٹھی ہوئی پردیس میں
تو کبھی دھوکا نہیں دے گا' مجھے معلوم ہے''

◆◆◆

امیدوں کے کھنڈر

ہائے یہ میری جنوں ساماں محبت کے کھنڈر
جیسے اک بوسیدہ ایواں کے شکستہ بام و در
ہائے یہ گزری ہوئی گھڑیوں کا لحن دل خراش
بوم کی آواز کا جیسے فضاؤں پر اثر

◆◆◆

اے محبت

اے محبت اے مرے جذبات کی رنگیں اڑان
ابتدا کتنی رسیلی تھی تری' کتنی گداز
اور یہ انجام' جیسے خوں شدہ کلیوں کا ڈھیر
اور یہ تیری یاد' جیسے باز کے چنگل میں قاز

◆◆◆

مٹی کا دیا

پھونس کی کٹیا میں یوں جلتا ہے مٹی کا دیا
جیسے ویرانوں کی تنہائی میں پردیسی کا دل
گاہے گاہے اک پتنگا ڈالتا ہے دائرے
جس طرح یادوں پہ لہراتی ہے روح مضمحل

◆◆◆

خامیاں

ان گنت آنکھیں مرے حالِ زبوں پر روئی ہیں
میری ناکامی پہ تھرائے ہیں سینے بے شمار
ہائے وہ آنکھیں جو سب کچھ دیکھ کر بیگانہ ہیں
آہ وہ سینہ نہیں جو میرے غم کا راز دار

◆◆◆

دردِ تنہائی

آہ اے بھٹکے ہوئے بے کس مسافر یوں نہ رو
دردِ تنہائی سے ہے تیرا دل مایوس چور
دیکھ ان ٹیلوں کی جانب ان بگولوں کے قریب
اتنے لمبے چوڑے ویرانے میں اک تنہا کھجور

◆◆◆

دن کا چاند

مدتیں گزریں کہ جب آباد تھا پہلو مرا
جب تری ہستی تھی ورائے زمین و آسمان
اب نظر آتا ہے یوں مجھ کو ترا عکس جمیل
جیسے دن کا چاند ہو گہرے دھندلوں میں نہاں

◆◆◆

امید و بیم

دم بخود ہیں گھاس پر معصوم بھیڑوں کے ہجوم
اور معلق ہر طرف پر چھائیاں ہیں نیم کی
جانے کیوں اس خواب آلودہ فضا کے باوجود
کشمکش سی ہے مرے دل میں امید و بیم کی

◆◆◆

نغمہ شادی نوحہ غم

گونج ہے شہنائیوں کی، دھوم ہے بارات کی
پھر رہی ہیں کھیلتی ہستی، مچلتی، کنواریاں
گاؤں سے کچھ دور اک سنسان گورستان میں
ہو رہی ہیں ایک سادہ قبر کی تیاریاں

◆◆◆

مرحوم محبوبہ

جا رہی ہیں ٹھنڈے سے سمٹی ہوئی پنہاریاں
گا رہے ہیں چند چرواہے ترانے دکھ بھرے
اے مری مرحوم محبوبہ! ترے کمزور ہاتھ
میں نے لہراتے ہوئے دیکھے دھندلکوں سے پرے

◆◆◆

زندگی کا کھیل

ہائے کیوں فطرت کو معصوموں پہ رحم آتا نہیں
مختصر ہے کس قدر یہ زندگی کا کھیل بھی
سو رہی ہے ایک سادی سی لحد میں بے خبر
وہ حسیں لڑکی جو کل کھیتوں میں محور رقص تھی

◆◆◆

ایک بچے کی موت پر

چاند اب تک تیری خاطر ناچتا ہے جھیل پر
ڈھونڈتی ہیں تتلیاں اب تک تجھے اشجار میں
دف بجاتی بدلیاں ہیں اب تک صف بصف
اور دھنک جادو جگاتی ہے ابھی کہسار میں

◆◆◆

دھندلی پگڈنڈی

شام کو کل اک مسافر نے کیا مجھ سے سوال
"ختم ہو جاتی ہے اس وادی کی پگڈنڈی کہاں؟"
ان دھندلکوں کی طرف میں نے اشارہ کر دیا
اور بھرائی ہوئی آواز میں بولا "وہاں!"

◆◆◆

ماضی کی چٹکی

مجھ سے کل کھیتوں میں اک مرد معمر نے کہا
''چلچلاتی دھوپ میں آوارہ کیوں پھرتا ہے تو؟
آہ لیکن مجھ کو کہنا تھا اور کیا کہہ گیا!
میں بھی اس سن میں پھرا کرتا تھا اکثر کو بکو''

◆◆◆

ناصح مشفق

مجھ سے کل پنگھٹ پہ اک بڑھیا نے ہولے سے کہا
''رنگ کیوں پیلا ہے تیرا' سست ہے ہے' کیوں تیری چال
وہ صبوحی گاگریں بھر کر کھڑی ہے دم بخود
گاگر اس کے سر پہ رکھ' آنچل ذرا سا کھینچ ڈال!''

◆◆◆

داغدار آنچل

رن میں جانے کے لئے تیار بیٹھے ہیں جواں
گردنیں اکڑی ہوئی رخ پر جوانی کی بہار
ایک جانب دم بخود استادہ ہیں کچھ لڑکیاں
اپنی آنکھوں میں چھپائے آنسوؤں کے آبشار

◆◆◆

ورود

آج چوراہے پہ بستی کے ہے، جمگھٹ کس لئے
رن سے شاید واپس آیا ہے کوئی بانکاں جواں
جھونپڑی سے ہولے ہولے وہ کسی کا سر اٹھا
خشک لب، زلفیں پریشاں، چہرہ فق آنسو رواں

◆◆◆

خوش آمدید

دور وہ چھوٹے اسٹیشن پہ اک گاڑی رکی

سینہ تانے اک جواں اترا ہے کس انداز سے

پاس ہی بوڑھی سی بیری کے تلے اک خوبرو

جھجکتی، ڈرتی، سمٹتی اٹھ رہی ہے ناز سے

◆◆◆

استقبال

کچی دیواروں پہ رقصاں ہے دیئے کی روشنی
چھت کے اک سوراخ سے اٹھتا ہے رہ رہ کر دھواں
کس کی آمد ہے کہ دروازے پہ ہیں بیٹھے ہوئے
بھولے بچے، مست دوشیزائیں اور بانکے جواں

◆◆◆

مژدہ بہار

تند ہوائیں' مست گھٹائیں' آئیں جائیں' دھوم مچائیں
شاخوں پر البیلی چڑیاں' چونچ سے چونچ ملا کر گائیں
اے دوشیزہ آنکھیں مل کر رقص کر اور کونین پہ چھا جا
جانے کب دل رک جائے اور جانے کب نبضیں تھم جائیں

◆◆◆

ملکہ ناز

یہ کس شوخ نے سر سے گاگر اتاری
خموشی سی ہے سارے پنگھٹ پہ طاری
یہ کس پیکر ناز ا دبدبہ ہے
کہ بھولے ہیں پیاس اپنی شہری شکاری

◆◆◆

آنکھیں

تری بھیگی آنکھیں
عجب آسماں ہیں
گھٹا چھا رہی ہے
ستارے رواں ہیں

◆◆◆

انگڑائیاں

محبت کو خوب شبانہ بنا دو
مری زندگی کو فسانہ بنا دو
یہ انگڑائیاں اور خوابیدہ آنکھیں
بہانہ بنا دو! بہار نہ بنا دو

◆◆◆

فن کار سے

ہری کونپلوں پر
ہمکتی ہیں کلیاں
مصور اٹھا لے
یہ رنگوں کی ڈلیاں

◆◆◆

معصومیت

دیکھ ری، تو پنگھٹ پر جا کر میرا ذکر نہ چھیڑا کر
میں کیا جانوں کیسے ہیں وہ، کس کوچے میں رہتے ہیں
میں نے کب تعریفیں کی ہیں ان کے بانکے نینوں کی
''وہ اچھے خوش پوش جواں ہیں'' میرے بھیا کہتے ہیں

◆◆◆

آخر کیوں؟

وہ بادل اُمڈے پورب سے، وہ بوندوں کے ساز چھڑے
پتا پتا لرزاں ہے اور ڈالی ڈالی رقصاں ہے
لیکن تیرے آنے سے میں چپ سا کیوں ہو جاتا ہوں
جب تیری بھرپور جوانی بھی ایسا ہی طوفاں ہے

◆◆◆

یکسوئی

دور ابابیلوں کی ڈاریں پربت پر منڈلاتی ہیں
مست ہوائیں مست گھٹاؤں کے پرچم لہراتی ہیں
چار طرف ان کے قدموں کی چاپ سنائی دیتی ہے
ذہن میں کانٹے چبھ جاتے ہیں جب بھیڑیں ممیاتی ہیں

◆◆◆

دریا کی سیر

اف کتنا پر ہول ہے دریا کتنی بھیانک موجیں ہیں
دیکھو جی اب ہولے ہولے ناؤ کنارے لے جاؤ
کتنی اونچی لہر اٹھی ہے جیسے پربت ٹوٹ پڑے
ریلا آیا، سنبھلو میرے ہاتھ نہ سہلاؤ

◆◆◆

بے چارہ

ان کو خط لکھا تھا لیکن وہ اب تک خاموش رہے
مجھ کو حیراں دیکھ کے ہنس دیتا ہے ہر کارہ
چھٹی آ نکلی تو دل کی ڈالی کونپل چھوڑے گی
اس کو کیا معلوم ہے آخر وہ کیا جانے بے چارہ

◆◆◆

شام کی اداسی

لہرائیں سرِ شام مساجد میں اذانیں
تھرائیں دھندلکوں میں چراغوں کی زبانیں
نوخیز ستاروں پہ ہے اشکوں کا گماں کیوں
پلکیں مری نم ہو گئیں کیوں آپ ہی جانیں

◆◆◆

پھول اور ببول

تم ہو محلوں کے باسی، میں کٹیاں میں رہنے والی
عرش کو فرش سے نسبت کیا ہے، پھول کہاں اور دھول کہاں
شال یہ کیا تم نے بھیجی ہے؟ میرا دل کیسے مانے
چھتنارے نیموں کے کہاں، بن کے بے رنگ ببول کہاں

◆◆◆

اعتراف شکست

خاک نشیں پر رحم نہ فرما، قصر حسیں میں رہنے والی
جڑ کی آخر کیا سدھ لے گی سرو کی سب سے اونچی ڈالی
تو پھولوں پر سونے والی، میں کانٹوں میں بسنے والا
تیرا حسن نہیں کر سکتا میری محبت کی رکھوالی

◆◆◆

تیری جدائی

سورج ابھرا اور افق پر پھیل گیا رنگین اندھیرا
کھوئے کھوئے ویرانوں کو ایک گلابی دھند نے گھیرا
تیری جدائی میں اے پیاری دل آباد بھی ہے ویراں بھی
جیسے اک بے برگ شجر پر اک بے پر چڑی کا ڈیرا

◆◆◆

محبت کھیل نہیں

کھیل نہیں ہے عشق کی بازی، دل دنیا آسان نہیں ہے
نوک پہ تکلے کی پلتا ہے روئی کا باریک سا دھاگا
کوئی مرے جی میں کہتا ہے، یہ تو ہوس ہے عشق نہیں ہے
دیا جلا، پروانہ آیا دیا بجھا، پروانہ بھاگا

◆◆◆

ترک محبت کے بعد

میں چپکی کی گھر گھر میں جانے کیوں کھو جاتی ہوں
اکثر پتھریلے پاؤں پر سر دھر کر سو جاتی ہوں
میں تو کب کی اپنے من سے پیت کے دھبے دھو بیٹھی
جانے کس کی یاد میں ایسی گم سم سی ہو جاتی ہوں

◆◆◆

رس کا لوبھی

الٹی سیدھی باتیں کر کے تم مجھ کو بہلاتے ہو
میرے پروں کو نوچ کے اب تاروں کی سمت اڑاتے ہو
تم نے شاید رس پینے کو اور بھی کلیاں چن لی ہیں
آتے ہو بھنورے کی طرح‘ منڈلاتے ہو اڑ جاتے ہو

◆◆◆

افسانہ گو پریاں

میں تو ان کی قبر پہ نت جاؤں گی سکھی! نت جاؤں گی
کس نے تجھے بتایا قبرستاں میں چڑیلیں رہتی ہیں
میں تو جب جاتی ہوں وہاں، یادوں کی پریاں لہرا کر
اپنے پروں کے ساز پہ مجھ سے ان کے فسانے کہتی ہیں

◆◆◆

ویران قبر

دفن ہے اس مٹی میں وہ دل جس میں عشق کی جوالا بھڑکی
اے بجلی! بادل سے اتر کر اس ڈھیری کو بوسہ لے لے
جیتے جی جس بد قسمت نے اک لمحہ بھی چین نہ پایا
بہتر ہے مر کر بھی اس سے کوئی تند بگولا کھیلے

◆◆◆

چڑیوں کی پھبتی

یہ دو چڑیاں جو مدت سے میرے گھر میں بستی ہیں
شور مچا کر میرے البیلے خوابوں کو ڈستی ہیں
میری حیرانی پر ان کی چڑ چڑ چوں چوں کیا معنی
شاید ہنستی ہیں یعنی کچھ مجھ پر پھبتی کستی ہیں

◆◆◆

عبرت

پھول کی اک پژمردہ پتی' گھاس پہ بیٹھی ہانپ رہی ہے
نئی نویلی ایک کلی شاخوں میں چھپ کر ہانپ رہی ہے
دیکھ کے ایک بھکاری ان کو اک مرد کے آگے ہاتھ بڑھائے
شہزادی زلفیں بکھرا کر اپنا سینہ ڈھانپ رہی ہے

◆◆◆

تیز روی

تو مرے پاس جب بھی آتی ہے
قبل از وقت سائے ڈھلتے ہیں
ہائے! آتے ہی وہ ترا کہنا
''شام ہوتی ہے، ہم تو چلتے ہیں!''

◆◆◆

ہم آہنگی

ہائے برسات کی سلونی رات
گنگناتے ہوئے سے یہ ظلمات
کیسے آہنگ سے دھڑکتے ہیں
میرا دل اور ترے ملائم ہات

◆◆◆

بدلی میں چاند

نیم کی ٹہنیوں کے اس جانب
چاند شرما کے منہ چھپاتا ہے
میرے آنے پہ چلمنوں سے ادھر
تیرا گھبرانا یاد آتا ہے

◆◆◆

موڑ پر

کتنا بے ڈھب ہے اس گلی کا موڑ
کیا کہیں چوٹ تو نہیں آئی؟
تم نے کیوں ہاتھ رکھ دیا دل پر
کائنات اپنی آنکھ بھر لائی

◆◆◆

بہانے کی شوخی

گنگنانا تو اک بہانہ تھا
بس تجھے اس طرف بلانا تھا
اور دکھا کر یہ مسلے مسلے پھول
ترے احساس کو جگانا تھا

◆◆◆

سیلاب تجلی

سانس لیتے ہوئے جھجکتا ہوں
آپ اپنے سے بد گماں ہوں آج
کس کی زلفیں ہیں میری باہوں پر
کوئی بتلائے میں کہاں ہوں آج

◆◆◆

مشترکہ راز

سیر کرنے میں کیا قباحت ہے
تجھ کو مرغوب ہے مگر شب کیوں؟
تیرا ہر راز ہے میرا
کپکپانے لگے ترے لب کیوں

◆◆◆

شب کو

بال آوارہ ہونٹ بے رونق
اور آنکھیں ہیں کھوئی کھوئی سی
شب کو کس کے نصیب جاگے تھے؟
نظر آئی ہو سوئی سی

◆◆◆

ایک پہیلی

کل گھنے شیشموں کے سائے میں
کس نے جا کر دیا جلایا تھا
اور اجڑی ہوئی محبت کا
ایک دلدوز گیت گایا تھا

◆◆◆

ماحول

دور سے مجھ پہ مسکراؤ نہیں
جب ملاقات خواب کی ہے بات
اف یہ جذبات کی نظر بندی
اف بزرگوں کا شوق لات و منات

◆◆◆

کیا خوب

توڑ لوں کیوں امید کی کلیاں
تم پلٹ کر نہ آؤ گے؟ کیا خواب
تم نے جو گلستاں سجایا تھا
اس کو خود روند جاؤ گے؟ کیا خوب

◆◆◆

جدائی

میں کیوں کر رہا ہے اکتارہ
کیوں لرزنے لگی تری آواز؟
تارے ٹکرا کے ٹوٹ جاتے ہیں
اب کھلا مجھ پہ زندگی کا راز

◆◆◆

آنسو

اشک لرزاں ہے تیری مژگاں پر
یا مری آرزو کا سایا ہے
یا لجاتے ہوئے ستاروں کا
ایلچی آسماں سے آیا ہے

◆◆◆

ناقابل فراموش

کانٹوں میں لوٹتا پھروں گا میں
خون پی لوں گا، آگ چھو لوں گا
بھولنے والے تیری بھول مگر
میں نہ بھولا ہوں نہ بھولوں گا

◆◆◆

بے نام خمار

آسماں پر گھٹائیں چھانے لگیں
ٹھنڈی ٹھنڈی ہوائیں گانے لگیں
بات کیا ہے کہ تجھ کو دیکھے بغیر
مجھ کو انگڑائیاں سی آنے لگیں

◆◆◆

مزار شباب

دھندلے محراب میں ہے خوابیدہ
داستاں میری زندگانی کی
اپنے دربار میں چراغ جلا
یہ لحد ہے مری جوانی کی

◆◆◆

آنسوؤں کا مزار

میرے دیوانہ وار ہنسنے پر
میرے بد خواہ مجھ سے بد ظن ہیں
جن کو بے درد قہقہے سمجھے
وہ مرے آنسوؤں کے مدفن ہیں

◆◆◆

سینہ خالی آنکھیں ویراں

سحر زا اب صدائے چنگ نہیں
اور پھولوں میں کوئی رنگ نہیں
سوچتا ہوں کہ جی رہا ہوں کیوں
میرے دل میں کوئی امنگ نہیں

◆◆◆

سست رو چاند

اب ترا انتظار ختم ہوا
دل میں وہ ولولہ نہیں ہے اب
کس قدر سست رو ہے چاند مگر
تھا جہاں شام کو وہیں ہے اب

◆◆◆

ساحل نشیں

میں کہ اک دن تھا گرمیِ محفل
کب کا ہوں منتظر لب ساحل
جب کوئی موج سر اٹھاتی ہے
آہ بھرتا ہوں اک بصد مشکل

◆◆◆

ایک مذاق

گو ضرورت نہیں مجھے اس کی
دل کو اک بار پھر ابھرنے دے
موت کا وقت جب مقرر ہے
زندگی سے مذاق کرنے دے

◆◆◆

شہید التفات

تو نے جب التفات سے دیکھا
یوں مٹے حوصلے مرے دل کے
جیسے ٹوٹی ہوئی کوئی کشتی
ڈوب جائے قریب ساحل کے

◆◆◆

پھول اور کانٹے

پھول تم پر نثار ہوتے ہیں
اور تم گاگریں اٹھاتی ہو؟
یہ کوئی چوٹ ہے مشیت پر
یا مجھے آئنہ دکھاتی ہو؟

◆◆◆

نقش کاری

سرخ گاگر پہ کالے کالے پھول
کس قیامت کی نقش کاری ہے
لڑکھڑایا نگاہ کا بھونرا
جیسے رس کا خمار طاری ہے

◆◆◆

لے کی خراش

تری مد ہوش لے یوں ڈالتی ہے
خراشیں سطح احساس نہاں پر
کہ جیسے نصف شب کی خامشی ہیں
ستارے ٹوٹتے ہیں آسماں پر

◆◆◆

کافر گھٹائیں

افق پر ابر گھرتا آ رہا ہے
دھند لکا چار جانب چھا رہا ہے
مرے مبہوت دل کی خلوتوں میں
کوئی دھیمے سروں میں گا رہا ہے

◆◆◆

خلوت

یہ پھیلی وسعتیں، یہ بھورے ٹیلے
یہ مٹیالا افق، یہ چاندنی رات
کجاوے کے حجابوں سے نکل کر
سنا ماضی کے قصے، حال کی بات

◆◆◆

کرنوں کا جالا

سسکتے چاند نے بال میں چھپ کر
بنا ہے نقرئی کرنوں کا جالا
حسیں بیمار کے چہرے پہ جیسے
کسی بے نام تابانی کا ہالا

◆◆◆

عرفان تمنا

رہی اک عمر سے جس کی تمنا
مجھے وہ کام کرنا آ گیا ہے
تری امید میں جیتا رہا ہوں
مجھے واللہ! مرنا آ گیا ہے

◆◆◆

رازِ جانانہ

محبت میں گنوادی زیست لیکن
سمجھ میں رازِ جانانہ کب آیا
لگایا شمع نے سینے سے جس کو
پلٹ کر پھر وہ پروانہ کب آیا

◆◆◆

تعجب

محبت منہ چھپاتی پھر رہی ہے
تمنا لڑکھڑاتی پھر رہی ہے
مگر بایں ہمہٗ تیری جوانی
تھرکتی، گیت گاتی پھر رہی ہے

◆◆◆

نیا پہلو

مری حالت پہ تیری اشکباری
یہ تو نے راز کھولا ہے کہاں کا
یہ مر جھائے ہوئے پھولوں پہ شبنم
نیا پہلو ہے تصویر جہاں کا

◆◆◆

میں اور تو

مرا سوز محبت بے حقیقت
ترا نقش تجلی غیر فانی
میری دنیا خزاں کا عکس بے رنگ
بہار بے خزاں تیری جوانی

◆◆◆

عنایت بے پایاں

اگرچہ زندگی ہے چاک در چاک
جسے تار نفس سے سی رہا ہوں
مگر کچھ کم نہیں تیری عنایت
محبت کر رہا ہوں، جی رہا ہوں

◆◆◆

تب اور اب

یہ تب کی بات ہے جب ہم جواں تھے
مگر اے ہم سفر یہ درد اب کیوں
اندھیری گھاٹیوں میں گونجتے ہیں
پرانے نالہ ہائے نیم شب کیوں

◆◆◆

جوانی سے پہلے

یہی ہنگامہ سود و زیاں تھا
یہ بے رنگ اور بے رس جہاں تھا
یہی میں تھا، یہی تم تھے، لیکن
نہ جانے ان دنوں یہ دل کہاں تھا

◆◆◆

دکھوں کا دلاسا

مرا ہمدم گیا پردیس جب سے
در دل کھول کر بیٹھا ہوں تب سے
دکھی ہوں پھر بھی بہلاتا ہوں اکثر
دکھوں کو خندہ ہائے بے سبب سے

◆◆◆

دردِ بے درماں

کسے شکوہ ہے کس کافر کو غم ہے
بھلا یہ درد کیا درماں سے کم ہے
وہ آئے اس طرح بہر عیادت
کہ گردن خم ہے، چشم ناز نم ہے

◆◆◆

یادِ ماضی

جبیں بے رنگ، کا کل گرد آلود
لبوں پر پپڑیاں، گالوں پہ سایا
تری آنکھوں کے ڈورے سرخ کیوں ہیں
تجھے کیا عہدِ ماضی یاد آیا؟

◆◆◆

اضطراب

بجھا دو شمع کافوری بجھا دو
گلوں کو روند دو سیجیں اٹھا دو
انہیں اک اور جنت مل گئی ہے
مرے فردوس کو دوزخ بنا دو

◆◆◆

عدم

وہ آیا زیست کا دھندلا کنارا
یہاں سے اب کہاں جانا پڑے گا
نہ دیکھو گھور کر ظالم اندھیرو
سمجھتا ہوں جہاں جانا پڑے گا

◆◆◆

چارہ گروں سے

مری بالیں سے اٹھ کر یوں نہ روئے
نہ اب دل میں غمِ دیرینہ لائے
میں اپنے آپ سے آنکھیں ملا لوں
صبوحی سے کہو آئینہ لائے

◆◆◆

شکست ساز

جوانی کے نشاط انگیز نغمے
نہ گاؤ بس نہ گاؤ اب نہ گاؤ
میں آواز شکست دل سنوں گا
کوئی ٹوٹا ہوا بربط بجاؤ

◆◆◆

الوداع

اڑا جاتا ہوں سپنوں کی فضا میں
خوشی کے سروں میں گا رہا ہوں
وہ آنکھیں مند گئیں وہ سانس اکھڑی
مجھے آواز دو میں جا رہا ہوں

◆◆◆

بے دلی

نظر آئی نہ اب تک منزلِ دوست
اگرچہ کام کچھ مشکل نہیں تھا
بایں ذوقِ طلب یہ نامرادی
مرے سینے میں شاید دل نہیں تھا

◆◆◆

جینے کا عزم

دما دم چاک ہائے دل سیوں گا
لہو اپنی امیدوں کا پیوں گا
مگر دعوت نہ دوں گا موت کو میں
جیوں گا، میں جیوں گا، میں جیوں گا

◆◆◆

محبوبہ صحرائی

یہ بانکی سانڈنی، چٹیل بیاباں، اونگھتی راہیں
یہ مدھم چاند کی کرنیں، یہ حسرت ناک خاموشی
ترا خیمہ کہاں ہے اور میری صحرائی محبوبہ
جہاں نیندیں سجاتی ہے تری آنکھوں کی مدہوشی

◆◆◆

دعوت

ادھر آؤ نہائیں جھیل کے شفاف پانی میں
چلو موجوں سے کھیلیں مست ہو کر گیت گائیں ہم
ادھر آؤ بلاتی ہیں یہ بل کھاتی ہوئی راہیں
چلو پربت کی چوٹی پر ستارے توڑ لائیں ہم

◆◆◆

مختصر راتیں

ستارے ماند پڑتے جا رہے ہیں، صبح آ پہنچی
اندھیرا نور کے سیلاب سے گھبرا کے بھاگ نکلا
صبوحی! مختصر کیوں ہو گئی ہیں آج کل راتیں؟
تجھے میں نے ابھی تک خوب جی بھر کے نہ دیکھا تھا

◆◆◆

اجاڑ

یہ سہمی سہمی راہیں اور یہ کھوئے کھوئے چرواہے
یہ پیلی گھاس بھوکی بکریاں بے رنگ و بو وادی
جدھر دیکھو ادھر وحشی بگولے رقص کرتے ہیں
صبوحی کیا سدھاری چھا گئی دنیا پہ بربادی

◆◆◆

ایک رات

امڈ آئی گھٹا' تاروں کی محفل ہو گئی برہم
مسافر تھم گئے صحراؤں کی ویران راہوں میں
ہم ان کی دھن میں ٹیلے پر کھڑے ہیں دم بخود لیکن
وہ محو خواب ہوں گے اپنی رنگیں بارگاہوں میں

◆◆◆

خوابِ سحر

وہ پگڈنڈی پہ کس کے تیز گھوڑے کا غبار اٹھا
وہ کس کے ریشمی کپڑے ہوا میں پھڑ پھڑاتے ہیں
مجھے چاروں طرف ایسا نشہ محسوس ہوتا ہے
کہ جیسے صبح کی دھندلاہٹوں میں خواب آتے ہیں

◆◆◆

دھندلی خلا

خنک جھونکے فضا پر نشہ بن کر چھائے جاتے ہیں
وہ ابھرا چاند لہریں ڈھل گئیں تارے ہوئے مدھم
نہیں کچھ بے سبب دھندلی خلا میں گھورنا میرا
اک افسانہ سناتی ہے مجھے یہ چاندنی ہم دم

◆◆◆

جوگ

شکستہ مقبروں میں ٹوٹتی راتوں کو اک لڑکی
لیے ہاتھوں میں بربطِ جوگ میں کچھ گنگناتی ہے
کہا کرتے ہیں چرواہے کہ جب رکتے ہیں گیت اس کے
تو اک تازہ لحد سے چیخ کی آواز آتی ہے

◆◆◆

آمد شباب

مہندی رچا کے پاؤں میں' یہ ناچنے کا شوق
بکھرا کے زلف دوش پر' یہ بھاگنے کی دھن
شاید کسی کی مست جوانی کے ہیں نشاں
یہ صبح صبح سونے کی' شب جاگنے کی دھن

◆◆◆

تیز رورات

جانے وہ کس خیال میں ہے محو اس قدر
دیکھا نہیں ندیم نے جی بھر کے روئے یار
وہ آئی چاک چاک گریباں لئے سحر
اے رات! تیری تیز روی پر خدا کی مار

◆◆◆

انتظار

اف یہ طویل رات، یہ پر ہول ظلمتیں
بیٹھا ہوں کتنی دیر سے آغوش وا کئے
آرائش جمال میں تم ہو ابھی مگن
اور میں نے آسمان کے تارے بھی گن لئے

◆◆◆

ماضی کی چٹکی

بالوں میں بوندوں نے ستارے سے چن دیئے
وہ اوڑھنی ہوا کے تھپیڑوں میں پھڑ پھڑائی
سینے پہ میرے کس کی تجلی کے ہیں خطوط
یہ کس نے دل میں چٹکی سی لی، کس کی یاد آئی

◆◆◆

سرزنش

پنگھٹ پہ کل کسی نے مرا ہاتھ تھام کر
یوں آنکھ بھر کے دیکھا کہ میں لڑ کھڑا گیا
چنگاریاں چمکنے لگیں دل کے آس پاس
اک بھولا بسرا عہد مجھے یاد آ گیا

◆◆◆

ایک مختصر افسانہ

شہنائیوں کے شور میں ڈولی جونہی اٹھی
اک نوجواں کہیں سے پکارا ''مجھے بچاؤ''
سرکا کے پردہ دھیرے سے بول حسیں دلہن
''کیا دیکھتے ہو جاؤ بھی للہ! جاؤ! جاؤ''

◆◆◆

خاموش طوفان

اف کس قدر خموش ہے یہ نصف شب کا دور
اف کتنی گہری سوچ میں ہے غرق کائنات
لیکن یہ میری روح کی تاریکیوں میں کیوں
طوفان بن کے گونج رہے ہیں تصورات

◆◆◆

ڈور کٹ گئی

نیلی فضا میں اڑتا رہا اک حسیں پتنگ
جب ڈور کٹ گئی تو وہ یوں دور گر گیا
جیسے مرا نیازؔ تری بے رخی کے بعد
سنبھلا مگر شکوک کے نرغے میں گھر گیا

◆◆◆

نا اہل

یہ صاف افترا ہے کہ ذوق نظر نہیں
بہتان ہے کہ سینے میں اب دل نہیں رہا
لیکن غموں کی آگ میں جل جل کے رات دن
تیرا ندیم اب ترے قابل نہیں رہا

◆◆◆

جدائی

شیشم کی ایک شاخ سے جب فاختہ اڑی
پتوں نے سر پٹخ کے کہا ''جلد آئیو''
میں جا رہا ہوں اور تمہیں کچھ خبر نہیں
دیہات کے اداس پہاڑوں کی چوٹیو

◆◆◆

جھپک

دیکھتی جا بس اسی انداز سے
دل دھڑکنا بھول کر سو جائے گا
چشم میگوں! تو اگر جھپکی کبھی
اک ذرا سی جاں کا خوں ہو جائے گا

◆◆◆

بازیچہ

میرے دل کی بس وہی حالت ہوئی
جب وہ آیا، مسکرایا، چل دیا
جیسے بچے نے شگفتہ پھول کو
توڑ کر سونگھا، اچھالا، مل دیا

◆◆◆

داغہائے دل

جب تصور میں صبوحی مسکرائے
یوں چمک اٹھتے ہیں میرے دل کے داغ
شام کے ہنگام جیسے اے ندیم
جھلملاتے ہیں دھندلکوں میں چراغ

◆◆◆

دو حالتیں

جن محو خواب کے سیلاب میں
نیند پلکوں سے ٹپک کر بہ گئی
تم نے جب آنکھیں ملیں، انگڑائی لی
زندگی اک خواب بن کر رہ گئی

◆◆◆

ایک دفعہ کا ذکر ہے

ان سے ملنے کی تمنا مٹ چکی
ان کا یاد آنا فسانہ ہو چکا
ہم گنا کرتے تھے ان زلفوں کے خم
وہ بھی اک دن تھا' زمانہ ہو چکا

◆◆◆

احساس نشاط

یہ جہاں فانی سہی، بے رس نہیں
روز و شب فریاد میرا بس نہیں
کیوں نہ میں روشن کروں شمع نشاط
زندگی انبار خار و خس نہیں

◆◆◆

مبہم انگڑائی

روان دواں ہے زمیں بیکراں خلاؤں میں
مگر صدا کوئی اٹھتی نہیں ہواؤں میں
بس اتنی بات ہے جب رات جانے والی ہو
مچلنے لگتی ہیں انگڑائیاں فضاؤں میں

◆◆◆

روشن دھند

کھڑے ہیں کس کے اشارے سے یہ بلند پہاڑ
یہ کس کے حکم سے لہریں ہیں محو رقص و سرود
یہ کون پردہ نشیں کر رہا ہے مجھ سے مذاق
کہ میرا ذوق تجسس ہے سر بسر بے سود

◆◆◆

تلاش بے سود

ستارہ کانپ کے ٹوٹا، فضا میں ڈوب گیا
میرے کلیجے میں جیسے کسی نے چٹکی لی
تری تلاش کی یہ انتہا ہے، رب عظیم
کہ ایک ننھی سی معصوم روح کھوئی گئی

◆◆◆

ہندی نوجوان سے

نہ تجھ کو غلبہ افرنگ نا گوار رہا
نہ تیری روح پہ محکومیت کا بار رہا
میں تیرے مذہب و ماحول کا ثنا خواں ہوں
کہ جن کے دم سے تجھے بھوک کا خمار رہا

◆◆◆

بھوکا دیہاتی

بلک رہی ہے دما دم مشین آٹے کی
گرج رہا ہے وہ پٹڑی پہ شعلہ بار انجن
وہ تنگ باڑوں سے بھیڑیں پکارتی ہیں مجھے
کہ آج پیٹ کے کہنے پر تج رہا ہوں وطن

◆◆◆

مفلس

لگان دوں گا، مگر میرے پاس خاک نہیں
کوئی سبیل میں دو روز میں نکا لوں گا
غریب ہوں مگر اب گالیاں نہ دیجے مجھے
میں اپنی بیٹی کے دو بندے بیچ ڈالوں گا

◆◆◆

انقلاب

مجھے خدا کے لئے یوں پلٹ پلٹ کے نہ دیکھ
الٹ نہ جائے زمان و مکاں کی پہنائی
کہ تیرے رخ پہ گلابی حیا کی لہروں میں
وہ لے رہے ہیں کئی انقلاب انگڑائی

◆◆◆

کون

یہ کس نے سر پہ ستاروں کا شامیانہ تنا
یہ کس نے پاؤں تلے فرش سبز پھیلایا
یہ کس نے رات کی مسحور کن خموشی میں
مجھے جگا کے شرارہ سال دمیں چمکایا

◆◆◆

عزم

ان بھیانک جلی چٹانوں میں
زندگی کا سراغ پاؤں گا
ہم سفر تو ٹھہرتا ہے تو ٹھہر
میں تو ان چوٹیوں پہ جاؤں گا

◆◆◆

پیشگوئی

عرش سے ماورا ملیں گے آپ؟
اس قدر دور کیا ملیں گے آپ
عشق اپنا اگر بلند رہا
پستیوں ہی میں آ ملیں گے آپ

◆◆◆

مقدر سے

وہ قریب آ گیا دریار حبیب
میری تقدیر! کا ارادے ہیں
اب بھی کہہ دے کہ میرے احساسات
بھولے بھالے ہیں، سیدھے سادے ہیں

◆◆◆

دعا

کتنے رازوں کے پھول میں نے چنے
ہاں مگر ایک ہی کلی نہ کھلی
مانگ کر طول زندگی کی دعا
ہاتھ پھیلائے جب تو موت ملی

◆◆◆

قربانی

میں اگر چاہتا' تو نام اپنا
عرش کے کنگروں پہ لکھ آتا
کاش! تو دیکھتا میرا ایثار
کاش! تو آشکار ہو جاتا

◆◆◆

بے بسی

زندگی کا عذاب سہ نہ سکا
تیری حد بندیوں میں رہ نہ سکا
باوجود اس قدر بغاوت کے
میں نے جو کہنا چاہا، کہہ نا سکا

◆◆◆

ایک راز

اس حقیقت کو فاش کرنے میں
مجھ کو واللہ کچھ ہراس نہیں
میں تو تیرا ازل کا ساتھی ہوں
تو اگر مجھ سے روشناس نہیں

◆◆◆

زیست کا رہبر

میرا ایمان ہے رضا تیری
دیکھ کس بے دلی سے جیتا ہوں
کس قدر تلخ ہے شراب حیات
سب سمجھتا ہوں، پھر بھی پیتا ہوں

◆◆◆

ننگالی قحط زدہ کی زبانی

کاش یہ سنگ دل سیاست باز
تھپکیوں سے نہ ہم کو بہلاتے
غمگساروں کے درد ناک الفاظ
کاش چاول کے دانے بن جاتے

◆◆◆

پھول اور مقتول

کیکروں کے سفید کانٹوں پر
یوں اٹکتے ہیں پیلے پیلے پھول
جیسے نیزوں میں ہوں پروئے ہوئے
حریت دوست، نوجواں مقتول

◆◆◆

قطروں ہوں مجھے کو بے کنار نہ کر
راز ہوں مجھ کو آشکار نہ کر
اگر کھیلنا ہے کھیل تجھے
حشر میں میرا انتظار نہ کر

◆◆◆

نظامِ نو

چار جانب ہے شور رستا خیز
سوچ میں غرق ہے دل پرویز
اور افلاس کے ستائے ہوئے
کرتے پھرتے ہیں تیغ و خنجر تیز

◆◆◆

چار راز

ولولوں کا نقیب دور شباب
عہد پیری ہے منبر و محراب
یہ جہاں ہے تغیرات کا نام
زندگانی ہے رعشہ سیماب

◆◆◆

ایک التجا

فکر گستاخ کی اڑانوں سے
میرے محبوب! کیا زیاں تیرا
مجھ سے دوری تجھے نہیں پھبتی
میں تو ہوں ایک ترجماں تیرا

◆◆◆

نفرت کا سبب

قہر ہے رسم آشیاں بندی
اور اس پر فنا کی پابندی
بندہ تیرا ہی احترام کرے
گر چکھے لذت خداوندی

◆◆◆

درگزر

تجھ سے کس کو گلہ ہے میرے رفیق
ابتدا سے ہے یہ جہاں کا طریق
توڑ کر وہم و خوف کے اصنام
بن گیا ہوں میں کافر و زندیق

◆◆◆

معیار التفات

کتنے بے باک، کس قدر بے تاب
اس بھری بزم میں مجھی سے خطاب
کیسے ان کو نظر نہ آؤں میں
اب جوانی کہاں سے لاؤں میں

◆◆◆

عورت

سر بسر ایک ساز تیری ذات
پھول بھی صدیوں کا راز تیری ذات
راز آواز کی تلاش میں ہے
اور وہ ساز کی تلاش میں ہے

◆◆◆

اڑے ہوئے تنکے

دوپہر　　لو　　غبار　　خاموشی
تنکے　　یوں　　اڑ　　رہے　　ہیں　　گلیوں　　میں
جیسے　　مرحوم　　باپ　　کی　　دولت
نوجواں　　کی　　رنگ　　رلیوں　　میں

◆◆◆

بے کرانی

ان ستاروں سے پرے اور ستارے بھی تو ہیں
جن کے پرتو سے منور ہیں کئی اور جہاں
ان جہانوں سے پرے اور جہاں بھی ہوں گے
میرے سیارہ رنگیں کی طرح رقص کناں

◆◆◆

دنیائے جذبات

کتنے قصے ہیں جو بیگانۂ اظہار رہے
کتنی باتیں ہیں جو انفاس میں گھل جاتی ہیں
کتنی تصوریں بنا کرتی ہیں مستقبل کی
ذہن میں ڈلتی ہیں' احساس میں گھل جاتی ہیں

◆◆◆

انکشاف

تو ستاروں سے بہت دور ہے میں جانتا ہوں
اپنی مخلوق سے مستور ہے میں جانتا ہوں
لیکن اک راز سے آگاہ کیے دیتا ہوں
میں شناسا ہوں ترا میں تجھے پہچانتا ہوں

◆◆◆

ہمہ اوست

میں نے معصوم بہاروں میں تمہیں دیکھا ہے
میں نے موہوم ستاروں میں تجھے دیکھا ہے
میرے محبوب! تری پردہ نشینی کی قسم
میں نے اشکوں کی قطاروں میں تجھے دیکھا ہے

◆◆◆

ڈوبتا چاند

صاف کھلیان پہ غلے کا سنہری انبار
چار سو بیٹھے ہیں دہقان' تھکے ہارے سے
ڈوبتے چاند کے ہالے میں ہوں تارے جیسے
روئے روئے سے' پریشان سے' بے چارے سے

◆◆◆

سنہری ہتھیار

شہر سے آیا ہوا بانکا شکاری مجھ کو
کسی نواب کا فرزند نظر آتا ہے
کہ جب آتا ہے ٹہلتا ہوا پنگھٹ کے قریب
کھنکھناتا ہوا جیبوں کو گزر جاتا ہے

◆◆◆

حکمران

کتنے سلجھے ہوئے صیاد ہو سبحان اللہ
قفس سنگ میں کمخواب بچھا دیتے ہو
جب مجھے بھوک ستاتی ہے تو کتنے ڈھب سے
تھپکیاں دیتے ہو گاتے ہو سلا دیتے ہو

◆◆◆

دین و دنیا

میں کدھر جاؤں؟ ادھر دین ادھر دنیا ہے
اس طرف صرف خدا' اس طرف انبوہ کثیر
اس طرف دھند دھواں ایک مسلسل ابہام
اس طرف آہ سحر گاہی' فغان شب گیر

◆◆◆

میں اور تو

تیرگیٔ رات کا اعجاز اجالا دن کا
رات اور دن ترے اعجاز تو میرا اعجاز
تو میرے ذہن کا منہ میں ترے افکار کا مہر
میری تخلیق میں پنہاں تری تخلیق کا راز

◆◆◆

خودشناسی

رنگ جب اپنی حقیقت سے شناسا ہو جائے
لالہ زاروں میں بھڑکتا ہے الاؤ بن کر
رقص جب دائرہ فن سے ابل پڑتا ہے
دندناتا ہے سمندر کا بہاؤ بن کر

◆◆◆

رقیب

محکوم بھی ہوں، غریب بھی ہوں
آوارہ و بد نصیب بھی ہوں
با وصف تمام خامیوں کے
فطرت! میں ترا رقیب بھی ہوں

◆◆◆

ایک فلسفی دوست سے

تو اپنے یقینوں کو جب آزاد کر دے گا
تب جا کے یہ اوہام کی زنجیر کھلے گی
ورنہ تری محبوس خرد پر مرے ہم دم
مر کر بھی مقدر کی نہ تحریر کھلے گی

◆◆◆

تفاوت

مشرق کو اگر شدت احساس نے مارا
مغرب کو غم گوہر و الماس نے مارا
لیکن مرے مہتاب جبیں ہم وطنوں کو
محکومی و بیکاری و افلاس نے مارا

◆◆◆

بغاوت کا نشہ

پیمانہ مراپارہ بلور نہیں ہے
بادہ مرا افشردہ انگور نہیں ہے
میں رسم و روایت سے بغاوت میں ہوں سر شار
بہتان کہ مستی مری بھر پور نہیں ہے

◆◆◆

شکستہ پری

اونچا تو اڑوں گا مگر اے جرات بیباک
للہ پلٹ کر مرے ٹوٹے ہوئے پر دیکھ
دل دیکھ جو بازیچہ تہذیب نوی ہے
قانون کے پاؤں میں یہ کچلا ہوا سر دیکھ

◆◆◆

بے رحم

افسوس لگان آج ادا نہیں سکتا
لیکن مری بیٹی کا یہ جھومر نہ اتارو
کس طرح منائے گی یہ کل عید کا تہوار
اے ابلق ایام کے بے رحم سوارو

◆◆◆

تن اور من

''دو بیگھہ زمیں کاشت کی خاطر مجھے دے کر
تم کرتے ہو چھپ کر مری لڑکی کو اشارہ
محنت تو بکا کرتی ہے، غیرت نہیں بکتی
افلاس کا مارا ہوا دہقان پکارا

◆◆◆

محرومی

ہے رقص طوائف کا زمیندار کے گھر پر
پر دیس سے آئے ہیں کئی یار پرانے
وپ چند غریبوں کو گریباں سے پکڑ کر
بھیجا ہے زمیندار نے بیگار پہ تھانے

◆◆◆

ایک سوال

محتاج کسی کی بھی نہیں میری جوانی
مزدور ہوں، کھاتا ہوں پسینے کی کمائی
اے ریشم و کمخاب میں لپٹے ہوئے کوڑھی
کیوں تو نے مجھے دیکھ کے یوں ناک چڑھائی

◆◆◆

معراج کے بعد

یقین کی منزلیں طے کر چکا ہوں
تری یکتائی کا دم بھر چکا ہوں
مگر زندگی ہے منجمد سی
حقیقت میں کبھی کا مر چکا ہوں

◆◆◆

امید حیات

سرود دیر کیا! سوز حرم کیا
بلند و پست کیا! بود و دم کیا
اگر ہر دل میں ہے اس کا ٹھکانا
تو یہ افسانہ ہائے کیف و کم کیا

◆◆◆

پلوتھی

نہیں بے مدعا تخلیق انساں
سمجھ میں مدعا لیکن نہ آیا
خدا خالق سہیٔ مخلوق کے پاس
رسول آئے خدا اب تک نہ آیا

◆◆◆

خدا سے

یہ دل لے اور یہ سوز دروں لے
یہ اپنا عشق لے اپنا جنوں لے
الٰہی! کیا یہی ہے تیرا انصاف
کہ منعم بھرے مفلس کا خوں لے

◆◆◆

انجم شناس سے

اندھیروں میں کٹی ہے زیست جن کی
نہیں کرتے ستاروں کی غلامی
بھٹک جاتے ہیں جب پگڈنڈیوں سے
تو بنتی ہے سہارا نرم گامی

◆◆◆

فلسفی سے

تجھے معلوم کیا مرد خرد مند
کہ میرے شوق کی منزل کہاں ہے
خود ننھی سی اک محدود بستی
محبت اک خلائے بیکراں ہے

◆◆◆

شہنشاہ سے

شہنشاہ زماں! میں جانتا ہوں
کہ تو بیگانہ ذوق نظر ہے
مگر تیرے شکوہ خسروی سے
مرا ذوق نظر پائندہ تر ہے

◆◆◆

بہلاوا

غریبوں سے نہ کر جنت کے وعدے
نہ بہلا مجھ کو رنگ آمیزیوں سے
شبستانوں کی رونق ہے عبارت
مری اولاد کی خونریزیوں سے

◆◆◆

ابتدا و انتہا

دھنک ہے یا کمندیں ڈال دی ہیں
زمیں کے باسیوں نے آسماں پر
مگر موہوم ہے آغاز و انجام
کہ ابھری تھیں کہاں پہنچیں کہاں پر

◆◆◆

ابدی چکر

سمندر کی تہوں تک جا چکا ہوں
ستاروں سے پرے منڈ لا چکا ہوں
مگر پھر نقطہ آغاز کے پاس
بھٹکتا لڑکھڑاتا آ چکا ہوں

◆◆◆

بت خانہ گماں

مجھے بت خانہ وہم و گماں میں
کوئی سجدوں سے آخر کیوں اٹھائے
ضرورت ہے مجھے ان پستیوں کی
بلندی کو بھی جن پر رشک آئے

◆◆◆

سوز ناتمام

عطا کرتی ہے مجھ کو ذوق پرواز
مرے شوق سفر کی نا تمامی
سکھاتی ہے مجھے پل پل ابھرنا
مرے محبوب کی گردوں مقامی

◆◆◆

وہم و یقین

یقیں کا چہرہ بے رنگ دیکھا
گل نوخیز زیر سنگ دیکھا
مگر اللہ رے انوار اوہام
کہ جیسے خانہ ارژنگ دیکھا

◆◆◆

محشر سکوں

ضمیر دہر جب سے پر سکوں ہے
محبت کی الوہیت جنوں ہے
فقیہ چلہ کش سے کون پوچھے
شباب مضطرب کیوں سرنگوں ہے

◆◆◆

بے نیازی

مجھے احباب کی چارہ گری سے
نہیں آتی ہے بوئے دل نوازی
عزائم کی کئی ناکامیوں نے
مجھے بخشی ادائے بے نیازی

◆◆◆

خدا سے

طلسم زیست ٹوٹا، موت آئی
فرشتوں نے تری خلوت دکھائی
عذاب جاں مگر یکسانیت تھی
وہی تو تھا وہی تیری خدائی

◆◆◆

بخشش

کسی کے ہاتھ میں تو نے تھما دیں
غریبوں کے مقدر کی لگامیں
کس بد بخت کو بخشیں بصد ناز
فسردہ صبحیں اور پژمردہ شامیں

◆◆◆

روشنی اور سائے

ادھر ابریشمی ملبوس کی دھن
ادھر دھجی پہ دھجی چڑھ رہی ہے
ادھر گلرنگ رخساروں پہ غازہ
ادھر چہروں کی زردی بڑھ رہی ہے

◆◆◆

میرا وطن

جہاں پھولوں کی خوشبو بک رہی ہے
مجھے ایسے چمن سے دور لے جاؤ
جہاں انسان کو سجدہ روا ہے
مجھے ایسے وطن سے دور لے جاؤ

◆◆◆

وہاں اور یہاں

ادھر بارود اور گولوں کے انبار
ادھر تسبیح کے دانوں کی جھنکار
ادھر آفاق گیری کے ارادے
ادھر دل میں سکوں، چہروں پہ انوار

◆◆◆

مسافر

دل بیدار و توفیق سفر دے
مقام جستجو پاؤں نہ پاؤں
جہاں سے کارواں گزرا ہے تیرا
میں ان راہوں کو جا کر دیکھ آؤں

◆◆◆

شعبدہ باز

دکھاتے ہو نرالے شعبدے تم
اپنی پنہاں ابھی پیش نظر ہو
کبھی نزدیک تر ہو دور ہو کر
کبھی نزدیک ہو کر دور تر ہو

◆◆◆

حیرت

نظر حیران ہے، ششدر ہے احساس
سمجھ میں راز یہ اب تک نہ آیا
جسے میں نے بلایا زندگی میں
اسی نے حشر کو دل میں بٹھایا

◆◆◆

آخری فیصلہ

الٰہی! فیصلہ صادر بھی فرما
تمناؤں کا قصہ پاک کر دے
تذبذب میں نہ رکھ میرے جنوں کو
مجھے اپنا بنا، یا خاک کر دے

◆◆◆

بے رنگ کہانی

جنوں ہے شیوہ رندانہ میرا
ازل سے ہے تہی پیمانہ میرا
امنگیں، بجلیاں، اڑتی ہوئی راکھ
بہت بے رنگ ہے افسانہ میرا

◆◆◆

ابن الوقت

کنول کا پھول کھل کر مسکرایا
ادھر سے ایک بھونرا گنگنایا
گھڑی بھر چوس کر رس، پر سنوارے
اڑا اور اڑ کے پھر واپس نہ آیا

◆◆◆

گھنگھور گھٹا

افق سے اک گھٹا اٹھی، گرجتی، گونجتی، گاتی
گزر کر میرے ویراں کھیت پر سے دور جا برسی
کچھ ایسے میں نے دیکھا اس کی جانب، جس طرح مفلس
امیروں کی نگاہ تند میں ڈھونڈے خدا ترسی

◆◆◆

مصلحت اندیشی

یہ میرا دل ہے یا اک سل دھوپ میں تپ کر چمکی ہے
یہ میری سانسیں ہیں یا پھانسیں اٹکی ہیں سینے میں
دیئے جلاؤ، نیر بہاؤ، راہیں دیکھو منہ کی کھاؤ
کیا جانوں منظور ہے کیا قدرت کو ایسے جینے میں

◆◆◆

نغمہ انقلاب

کل نصف شب کو اٹھ کے مرا نوجوان دوست
اک گیت گا رہا تھا الم خیز' درد ناک
جس طرح تیز و تند ہواؤں میں پھڑ پھڑائے
ظالم شہنشاہوں کی حریری عبا کا چاک

◆◆◆

داغ دار سجدے

انسانوں کو سیدھی راہ پر لانے کے نام پر
انسانیت کا خون پیئے جا رہا ہے تو
یوں سجدے کر رہا ہے رعونت سے دم بدم
جیسے کسی کو بھیک دیئے جا رہا ہے تو

◆◆◆

شاعر دوست سے

یہ گیت دب نہ جائیں مشینوں کے شور میں
ایسے سروں میں گا کہ کوئی کان بھی دھرے
جو کچھ بھی کہہ وہ شان سے کہہ ولولے سے کہہ
احساس کے جمود کہن کو جھٹک پرے

◆◆◆

روک لے

میں تیرے التفات فراواں سے تھک گیا
ساغر کا دور روک لے اے ساقی جمیل
آخر وہ مست بھی تو کھڑے ہیں سبو بدست
جن کے لبوں کو راس نہیں موج سلسبیل

◆◆◆

نفسی! نفسی

ہر کوئی ہے اپنی آسائش کی دھن میں بے قرار
اپنے ذاتی مدعا سے کوئی شے بالا نہیں
گو پتنگوں کی شکایت بھی بجا ہے میرے دوست
شمع کے آنسو بھی کوئی پونچھنے والا نہیں

◆◆◆

سونا اور رونا

بادشاہوں کی معطر خواب گاہوں میں کہاں
وہ مزا جو بھیگی گھاس پر سونے میں ہے
مطمئن لوگوں کی اجلی مسکراہٹ میں کہاں
لطف جو اک دوسرے کو دیکھ کر رونے میں ہے

◆◆◆

ووٹ

وہ کسی بے خوف دیہاتی نے موٹر روک لی
اک رئیس اترا ہے برساتا ہوا نخوت کی بھاپ
''کیا شکایت ہے؟'' وہ غرایا وہ دیہاتی بڑھا
''ووٹ لے لیتے ہیں اور روٹی نہیں دیتے ہیں آپ!''

◆◆◆

دختر فروش سے

فاقے بے شک کھینچتا جا، لیکن اے مفلس کسان
اپنی اس مغموم اور معصوم بیٹی کو نہ بیچ
اس کی آنکھوں میں ہیں وہ انداز محو خواب ناز
جن کے آگے لوگ شاہی کو سمجھ لیتے ہیں ہیچ

◆◆◆

معصوم نخچیر

پربتوں پر ہر طرف شہری شکاری آئے ہیں
شہریوں کے دم سے ہر گاؤں پہ رونق چھائی ہے
ایک لڑکی جس کو تاروں سے بھی آتا تھا حجاب
نصف شب کو کس کے چنگل سے نکل کر آئی ہے

◆◆◆

لاہور اور رانگہ

ہیں ترے لاہور میں لارنس باغ اور شالا مار
میری بستی میں فقط پتھریلی گلیاں ہیں ندیم
پر ترے لاہور کے ہر پھول میں خار زار
اور مری بستی کے ہر کنکر میں کلیاں ہیں ندیم

◆◆◆

امید و حیات

گو بہت پردوں میں ہے مستور تو
پھر بھی مجھ کو آرزوئے دید ہے
گو ہر انساں ہے مقدر کا غلام
زندگی امید ہی امید ہے

◆◆◆

تہذیب کی معراج

جس کو میں نے ریشمی فرغل دیئے
اس نے بخشا ہے مجھے دامان چاک
کیا یہی تہذیب کی معراج ہے
جمع کر لاتا ہوں زر، پاتا ہوں خاک

◆◆◆

دوراہا

میں اتر کو لپکوں کہ دکھن کو جاؤں
مری جستجو ٹھوکریں کھا رہی ہے
ہمالہ سے کس نے پکارا ہے مجھ کو
سمندر سے کس کی صدا آ رہی ہے

◆◆◆

بے نام منزل

نہ کچھ میں نے پوچھا' نہ تو نے بتایا
کہاں سے چلا ہوں' کہ کدھر جا رہا ہوں
وہ رخ میں پلٹا' وہ رہ میں نے بدلی
تجھے کیوں بتاؤں جدھر جا رہا ہوں

◆◆◆

شعر کی پناہ

ملتا نہیں لطف شادمانی
مٹتا نہیں درد زندگانی
میں اور کہاں پناہ ڈھونڈوں
لاتا مرا ساز جاودانی

◆◆◆

معیارِ افکار

ترے معیار پہ پوری نہ اتری
مرے افکار کی گردوں پسندی
کہ تو ان پستیوں پر خندہ زن ہے
نظر آئی مجھے جن میں بلندی

◆◆◆

نغمے کی موت

یہ ننھی منی سی ڈھولک یہ نرم نرم سے ہاتھ
یہ انگلیوں کی تڑپ چوڑیوں کی یہ جھنکار
منڈیر پر وہ اچانک کسی نے آہ بھری
وہ بجھ گئے ہیں ترانوں کے بے قرار شرار

◆◆◆

فریب نگاہ

خدا نکردہ! تری آنکھیں اور اشک آلود
نہیں، نگاہ محبت فریب کھاتی ہے
یہ دور رفتہ کے ہیں چند آئینے، جن سے
مرے شعور پہ حیرت سی چھائی جاتی ہے

◆◆◆

ماہرین علوم مغرب سے

کتنے دوراہے اور اتار چڑھاؤ
زہر اذہان میں دلوں میں گھاؤ
اے نظام جدید کے آقاؤ
چند صدیاں پلٹ کے راہ دکھاؤ

◆◆◆

دھندلے آئینے

تیرے رحم و کرم کے آئینے
ہیں ازل سے غبار آلود
بندہ بیمار و مفلس و مجبور
اور قدرت ہے کتنی آسودہ

◆◆◆

عرفان

بحر جذبات میں خروش نہیں
اب عزائم میں کوئی جوش نہیں
تو مری خامیوں سے کھیلتا ہے
اور سمجھتا ہے مجھ کو ہوش نہیں

◆◆◆

جانے

کل زمیندار نے تجھے شب کو
اپنی خلوت میں کیوں بلایا تھا
تیرے جاتے ہی تیرا بوڑھا باپ
مجھ سے قرض لینے آیا تھا

◆◆◆

تقابل

ادھر قسمت کا خون آلود جبڑا
ادھر فطرت کی اجلی مسکراہٹ
ادھر جھنکار زنجیر نفس کی
ادھر جھجکے ہوئے قدموں کی آہٹ

◆◆◆

رنگ و بو

کوئی بنیاد بھی ہے اس جہاں کی
کہ یہ سب کچھ فریب رنگ و بو ہے؟
مرے پہلوں میں ہے وہ پیکر ناز
مگر دل ہے کہ محو جستجو ہے

◆◆◆

انگریز سے

مانا میں محکوم ہوں لیکن آدم کی اولاد تو ہوں
جس کو جنت کے بدلے میراث ملی آزادی کی
تیرا ہر پیغام مسرت لاتا ہے سیلاب الم
تیرا ہر تہذیبی نشتر موت مری آزادی کی

◆◆◆

خودشناسی

ریشۂ گل کو رگ سنگ بنانے والو
بوئے گل سنگ سے ٹپکے گی شرارے بن کر
تم کو معلوم تو ہو گا کہ اجالا دن کا
سینۂ شب میں دھڑکتا ہے ستارے بن کر

◆◆◆

حسنِ اضداد

شام تمہید ہے اس مصحفِ نورانی کی
جس کا عنوان ہے خورشید کا بڑھتا ہوا نور
یہ اندھیرے تو اجالوں ہی کے رکھوالے ہیں
کہ ہے آویزشِ اضداد میں جینے کا سرور

◆◆◆

خزاں در بہار

یہ خزاں ہے کہ میری آنکھیں ہی
ہیں فروغ بہار کی دشمن
بات کیا ہے کہ صحن گلشن میں
ان دنوں اگ رہے ہیں دار و رسن

◆◆◆

آتش گل

بوئے گل سے ملا سراغ بہار
شعلہ گل ہوا چراغ بہار
دل ہر گل پہ ثبت ہیں مہریں
لے کے جاتا ہوں دل پہ داغ بہار

◆◆◆

خاور گل

میرے گلزار زندگی میں مجھے
گل ملے جن میں بوئے گل ہی نہ تھی
سوئے صحرا چلا ہوں یوں جیسے
ذہن کو جستجوئے گل ہی نہ تھی

◆◆◆

مرگ و زیست

درانتیوں کے لبوں پر فنا کے نغمے ہیں
سنہری فصل بچھی جا رہی ہے کٹ کٹ کر
یہ کس نے چھیڑ دیے بربطِ حیات کے تار
کھنڈر کی اوٹ ہیں کھلیان سے ذرا ہٹ کر

◆◆◆

یاد کا دکھ

اے مری یاد کے پردوں میں مچلنے والو
اب تو آنکھوں میں اک آنسو بھی نہیں جو رو لوں
اذن دو تم، تو میں آرام سے مرنے کے لئے
دامن دل سے لپٹتی ہوئی یادیں دھو لوں

◆◆◆

یاد کی تلخی

چمن سے جب چھلک اٹھے ہجوم گل کی مہک
تو میرے ذہن میں نشتر سا تیر جاتا ہے
زمانہ چھین نہ لے مجھ سے تیری یاد کہ اب
ترا خیال ترا درد بن کے آتا ہے

◆◆◆

موسم کا مطالبہ

ندی کی نرم روانی، ہوا کی نرم روی
فضا میں چاندنی برسا رہی ہے گالے سے
اس ایک لمحہ پر کیف میں کوئی کہہ دے
مرا سلام مرے دور جانے والے سے

◆◆◆

مزاج چمن

گلوں میں رنگ تو تھا' رنگ میں جلن تو نہ تھی
مہک میں کیف تو تھا' کیف میں جنوں تو نہ تھا
بدل دیا ترے غم نے بہار کا کردار
کہ اب سے قبل چمن کا مزاج یوں تو نہ تھا

◆◆◆

دن اور قرن

دنوں کے پھیر میں پڑنے کے دن تمام ہوئے
میں آج وقت کو قرنوں سے ناپتا ہوں مگر
وہ ایک دن تو مری کائنات ہے جس میں
تری حیاؤں سے الجھا تھا میرا ذوق نظر

◆◆◆

خودنگری

خدا کی یاد میں صدیاں گزار دیں لیکن
خدا سے صرف تحیر کی دھندلایا ہے
عجب نہیں کہ خدا عرش سے اتر آئے
اب آدمی کو خود اپنا خیال آیا ہے

◆◆◆

طلوع و غروب

غروب ہو کے بھی سورج کبھی طلوع ہوا
اگر غروب یہی ہے زہے طلسم غروب
اگر غروب مسلسل ہے روز و شب پر محیط
تو کیوں طلوع سے کر دی گئی سحر منسوب

◆◆◆

ایک ''بہت بڑے'' مشاعرے کی دعوت ملنے پر

بڑے وقار سے، اک احترامِ خاص کے ساتھ
بجا کہ مجھ کو ملا ہے مشاعرے کا پیام
میں اپنے چہرے سے زنداں کی خاک تو دھو لوں
مری جلیل حکومت! مرے عظیم نظام

◆◆◆

دائرہ

ٹھہر ٹھہر کے چلو برق گام ہم سفر
یہ ناخدا ہیں فقط ناخدا خدا تو نہیں
ہمارے سامنے بکھرے ہوئے یہ چار طرف
نقوش پا کہیں اپنے نقوش پا تو نہیں

◆◆◆

وفا

کم ہوا جس قدر بھی پیار ترا
پیار بڑھتا رہا ترے غم سے
تیرا غم زندگی کا زخم سہی
تیرے غم نے وفا تو کی ہم سے

◆◆◆

خروشِ غم

تیرے غم کے بغیر بزمِ حیات
مدتوں تک کچھ ایسی سرد رہی
جس طرح بے خروش ہوتی ہے
انجمن صدرِ انجمن سے تہی

◆◆◆

غماز

آج تیرے عتاب نامے میں
بات بین السطور مل ہی گئی
میرے طوفان شوق میں ہی گھر کر
اتنی تڑپی کلی کہ کھل ہی گئی

◆◆◆

تیرے لب

تیرے لب زخم کے کنارے ہیں
تیرے لب، آہ! کتنے پیارے ہیں
رس نے شاید یہ خم ابھارے تھے
مس نے شاید یہ خم سنوارے ہیں

◆◆◆

بدلے ہوئے تیور

اپنی آواز کی لرزش پہ تو قابو پالو
پیار کے بول تو ہونٹوں سے نکل جاتے ہیں
اپنے تیور تو سنبھالو کہ کوئی یہ نہ کہے
دل بدلتے ہیں تو چہرے بھی بدل جاتے ہیں

◆◆◆

آداب محبت

ہجر کی رات میں رہ رہ کے تڑپنے والو
رات کے پاس فقط رات کا سناٹا ہے
عشق کرنے کے بھی آداب ہیں کیسے چپ چاپ
رات بھر چاند نے ظلمت کا سفر کاٹا ہے

◆◆◆

محبت کی تجارت

دیکھتا ہے جو رہگزر حبیب
ایک بے رس گناہ کرتا ہے
اس تجارت گہ محبت میں
کون کس سے نباہ کرتا ہے

◆◆◆

تاریخ

بادشاہوں کے مقبروں سے اگر
تم مرتب کرو گے تاریخیں
تب بھی اک روز ان سے امڈیں گی
گرتے پڑتے عوام کی چیخیں

◆◆◆

گردِ کارواں

رنگ لرزاں ہے، جا چکی ہے بہار
کارواں گم ہے، گرد باقی ہے
دل میں امید کا نشاں نہ رہا
بیٹھا بیٹھا سا درد باقی ہے

◆◆◆

کون کہتا ہے

آندھیاں آئیں' بدلیاں چھائیں
چاند تارے کے پاس رہتا ہے
وہ مجھے چھوڑ کر سدھار گئے
کون کہتا ہے؟ کون کہتا ہے؟

◆◆◆

یاد

جب کسی کا خیال آتا ہے
اک دھند لگا سا پھیل جاتا ہے
اور اس بے کراں دھندلکے میں
اک ستارہ سا جھلملاتا ہے

◆◆◆

نقاب حیات

حکمت اہل مدرسہ کا غرور
میری وحشت سے دب کے ہار گیا
تیرا گھبرا کے مسکرا دینا
زندگی کی نقاب اتار گیا

◆◆◆

نقرئی یاد

ضو فشاں ہے میرے خیالوں میں
اجلے اجلے جسموں کی دھار
جیسے بد مست آنکھ میں ڈورے
جیسے بجلی کے قمقمے میں تار

◆◆◆

تعبیر

ہاتھ میں دف ہے پاؤں میں جھانجھن
اور ماتھے پہ سانپ کی تصویر
میری نیندوں میں ناچنے والی
تو نہ ہو میرے خواب کی تعبیر

◆◆◆

رقاصہ سے

کیوں نہ مرغوب ہوں ادائیں تیری
تو حسیں بھی ہے اور جواں بھی ہے
لیکن اک گیت بھی ہو رقص کے ساتھ
زندگی رم بھی ہے، فغاں بھی ہے

◆◆◆

دوسرا رخ

تیری بے لوث مسکراہٹ بھی
تند شعلوں کی لہر بن کے رہی۔
میں نے جس چیز سے محبت کی
وہ مرے حق میں زہر بن کے رہی

◆◆◆

فرقِ مراتب

مجھے بھی چاہیے توفیقِ پرواز
میں تیرا ہم خیال و ہم زباں ہوں
مگر حجروں میں گم ہے تیری آواز
میں صحرائے تپاں میں نغمہ خواں ہوں

◆◆◆

نورس کلی

چمن میں دیکھ کر نورس کلی کو
مرا وجدان سمٹا جا رہا ہے
تجھے تحلیق کے اسرار کی دھن
مجھے اک حادثہ یاد آ رہا ہے

◆◆◆

وفا

اگر شبنم وفا کرتی گلوں سے
مہک بن کر چمن میں رقص کرتی
اندھیری رات کی بیٹی سحر کو
شعاعوں کے کچوکوں سے نہ مرتی

◆◆◆

ایک خامی

خدا سے ایک خامی رہ گئی ہے
نظام گردش سیارگاں میں
وہاں لطف تصادم ہی نہیں ہے
ستارے مر رہے ہیں آسماں میں

◆◆◆

صورت حالات

بوندوں کی یہ رم جھم' یہ کلیجے میں کسک سی
برسات کی یہ رات' یہ حالات ہمارے
اس وقت بھلا کون گھٹاؤں میں اتر کر
پر ہول خلاؤں میں ستاروں کو ابھارے

◆◆◆

چارۂ درد

کہتے ہو محبت کی مسافت میں بھٹک کر
تاریکیِ احساس کو اب کون اجالے
ڈر ہے کہیں وجدان کو ویران نہ کر لو
کر دو غمِ جاناں غمِ دوراں کے حوالے

◆◆◆

پہچان

ارزاں نہ کرو کفر کے فتووں کو کہ میں نے
عرفان حقیقت کو خدا مان لیا ہے
اب کیا ہے فرشتوں کی تعارف کی ضرورت
انسان نے انسان کو پہچان لیا ہے

◆◆◆

سوال

مدت سے یہ دھن ہے کہ رئیسوں سے یہ کہہ دوں
نکلے کبھی دیہات میں جب ان کی سواری
گندم کی یہ بالیں نہیں مرگھٹ کے دیئے ہیں
بستی کے یہ چھپر نہیں قبریں ہیں تمہاری

◆◆◆

تہذیب

انساں تو خیر ہو مگر آخر عوام ہو
دھرتی میں خون بو کے اگاتے رہو خراج
تہذیب اس عظیم تفاوت کا نام ہے
کھلیان پر اناج گھروندے میں احتیاج

◆◆◆

شاعر اور شعر

شاعر تو خیر وسب بہ زنجیر ہو چکا
وہ شعر کو تو پا بہ سلاسل نہ کر سکے
داغا گیا ہے جسم مگر جسم ہی تو تھا
وہ ذہن پر تو گرم سلاخیں نہ دھر سکے

◆◆◆

استقامت

گو وقت کروٹیں ہی بدلتا رہا مدام
میرا خلوص مثل کہاں ہے استوار
تم رخ بدل کے دوسرے رستے پہ ہو لئے
روشن رہا چراغ سر راہ انتظار

◆◆◆

خوشبوئے جمال

تم سامنے رہے تو سمجھ میں نہ آ سکے
اب رچ رہے ہو میرے خیال و قیاس میں
تم میرے پاس تھے کہ مہک تھی جمال کی
آنکھوں سے دور ہو کے بسے ہو حواس میں

◆◆◆

میرے راز

کوئی فسانہ نہ سنا سیم رنگ پریوں کا
ابھی خدا کے لئے نغمہ حیات نہ چھیڑ
مرا شباب، مری شاعری، مرے رومان
یہ راز ہیں، مرے رازوں کی کوئی بات نہ چھیڑ

◆◆◆

پروازخیال

کتنی بیکار ہے انسان کی پرواز
ذروں سے بچتی ہے تاروں میں الجھ جاتی ہے
اور کترا کے ستاروں سے اگر اور بڑھے
رخ یزداں کے نظاروں میں الجھ جاتی ہے

◆◆◆

ماضی کا مذاق

جھکی کھجور کی شاخوں سے دل الجھتا ہے
ستارے ریت کے ذروں پہ مسکراتے ہیں
وہ ایک ٹیلے کے سائے میں دو دھڑکتے دل
مذاق گزرے ہوئے وقت کا اڑاتے ہیں

◆◆◆

انتظار

شب طویل کٹی، ڈوبنے لگے تارے
وہ لے رہی ہے سحر کی حسینہ انگڑائی
میں اب بھی وادی ویراں میں منتظر ہوں ترا
صبوحی کیوں تجھے وعدے کی شب نہ یاد آئی

◆◆◆

قابل دید

تو میرے شوق کی شدت پر حیراں
میں تیرے قرب کی لذت سے میں گم ہوں
ہم اس پل میں ہیں دونوں قابل دید
تجھے دیکھوں کہ تجھ کو دیکھنے دوں

◆◆◆

غم کائنات

اثر غم کو مادر فطرت
کتنے آہنگ سے سموتی ہے
میں تو کہتا ہوں اوس کے ہمراہ
پھول کی پنکھڑی بھی روتی ہے

◆◆◆

یاد

یوں اجالا ہوا خیالوں میں
یاد آیا ہے جب بھی تیرا نام
جیسے پربت پہ صبح سے پہلے
نور کا پر وقار نرم خرام

◆◆◆

احترام حیات

ذکر مریخ و مشتری کے ساتھ
اپنی دھرتی کی بات بھی کرو
موت کا احترام برحق ہے
احترام حیات بھی تو کرو

◆◆◆

یاد صبح وطن

یوں تھپکتی ہے رہ نور دوں کو
رات کے وقت یاد صبح وطن
جس طرح ہولناک پت جھڑ میں
مہک اٹھے معاً بساط چمن

◆◆◆

پیمانہ حیاء

یہ جمال اور اس قدر محجوب
یہ شباب اور اتنا کم آمیز
بات کی، چھو لیا، مگر نہ ہوا
تیرا پیمانہ حیا لبریز

◆◆◆

ماضی و حال

ایک وہ وقت تھا' خم کے بھی پیاسا اٹھا
آج اک جام بھی لیتا ہوں تو دل دکھتا ہے
وہ بھی دن تھے کہ ترا ذکر تھا سرمایہ زیست
اب ترا نام بھی لیتا ہوں تو دل دکھتا ہے

◆◆◆

حسن کی لوٹ

کتنی بھر پور ہیں گندم کی سنہری بالیں
دانے دانے پہ مگر مہر لگائی کس نے؟
حسن تو خیر کسانوں نے کیا ہے تخلیق
عصمت حسن کی یہ خاک اڑائی کس نے؟

◆◆◆

وفورِ بہار

گاہے گاہے بھری بہاروں میں
رنگ گلزار یوں بھی ہوتا ہے
صبح کی اولیں کرن کے ساتھ
اوس ہنستی ہے پھول روتا ہے

◆◆◆

تصور

دریدہ بادلوں میں شب کو جیسے
چمکتا ہے افق پر اک ستارا
یونہی ماضی کی گہری ظلمتوں میں
تصور جھلملاتا ہے تمہارا

◆◆◆

تسلسل

چھاؤں اور دھوپ کی تکرار ہے بنیاد حیات
تم کو ہر بات نئی بات نظر آتی ہے
رو دیئے ہو تو اب اعلان تبسم کر دو
کہ ستاروں کے پگھلتے ہی سحر آتی ہے

◆◆◆

غمازی

دل کی دھڑکن تری پلکوں کی جھپک میں اٹکی
دور تک راز رہے راز تو کھل جاتا ہے
اپنی کرنوں کو سمیٹے ہوئے ہنگام سحر
چاند شبنم میں اترتا ہے تو کھل جاتا ہے

◆◆◆

آدمیت اور مشیت

ارادے شکستہ
تقاضے بلا کے
بڑے حوصلے ہیں
ہمارے خدا کے

◆◆◆

عوامی ادب

عمودی چٹانیں
درختوں سے خالی
چٹانوں پہ لیکن
جھلکتی ہے لالی

◆◆◆

رباعیات

تاریخ کی جنتیں نہ دکھلا مجھ کو
ان کاغذی پھولوں سے نہ بہلا مجھ کو
ماضئ مرے ماضئ مرے اندھے ماضی
لاشوں کے تعفن میں نہ لے جا مجھ کو

دعویٰ ہے اسے عرش بریں میرا ہے
وہ سوچتا ہے عرش نشیں میرا ہے
دھرتی پہ اترتا نہ خدا کے بندو
انسان کو کہتا نہ کہیں میرا ہے

انسان سرافیل کا ثانی نکلا
اک ذرہ قیامتوں کا بانی نکلا
جب ہونٹ ملے گلوں کی بارش سی ہوئی
جب جسم کٹا تو خون پانی نکلا

آ ڈوبتی نبضوں کا ابھاریں ساتھی
آ گیسوئے گیتی کو سنواریں ساتھی
خاشاک کے انبار جلانے کے لئے
آ مشعل مہ پہ ہاتھ ماریں ساتھی

صحراؤں سے تم پھول نہیں چن سکتے
تم حسن خزاں پر سر نہیں دن سکتے
کلیوں کی چٹک سے چونکتے ہو لیکن
انسان کی فریاد نہیں سن سکتے

کب تک میں روایات کی باتیں کرتا
فاقوں میں کرامات کی باتیں کرتا
تم زخم کو بھی پھول سمجھ لیتے ہو
کب تک میں کنایات کی باتیں کرتا

ہر ذرے کا دل ہے درد الفت سے دو نیم
ہر گل ہے غم عشق سے آوارہ شمیم
ہر ملک کا احترام لازم آیا
جب اپنے وطن سے عشق کرتا ہے ندیم

تاریخ کے پنجر کو کفن سے نہ نکال
اس بگڑی ہوئی لاش کے ٹکڑے نہ اچھال
ماضی کے تعفن سے فضا بوجھل ہے
اے مصلح قوم! اپنا تابوت سنبھال

تھپکی سے نہ آپ زخمیوں کو بہلائیں
ٹلتی نہیں چمکار سے قرنوں کی وبائیں

میں آپ سے ایک التجا کرتا ہوں
آپ اپنے عوام سے ذرا آنکھ ملائیں

اے نغمہ اقتدار گانے والو
اے گنبد زر پہ چہچہانے والو
اسلام نے انسان کو بیچا تو نہ تھا
اسلام کے نام پر کمانے والو

کیا اپنا سراغ خود نہیں پاؤ گے؟
کیا پھر کوئی اجنبی بلا لاؤ گے؟
یہ راہ تو اس موڑ پہ مڑ جائے گی
اے اہل وطن کہو کہاں جاؤ گے

اے اہل وطن! ہمیں تپاں رہنے دو
یہ قافلہ شوق رواں رہنے دو
پیاسوں کا سراب سے بہلنا معلوم
صحرا صحرا ہمیں رواں رہنے دو

اس حال پہ ماضی کے سب آثار نثار
اس غدر پہ سلطان کا دربار نثار
انسان نے شنگھائی سے واشنگٹن تک
وہ آگ جلائی ہے کہ گلزار نثار

دیبا و حریر میں شرارے نہ لپیٹ
بہتے ہوئے پانی میں ستارے نہ لپیٹ
گرتے ہوئے انساں کی زبوں حالی میں
اٹھتے ہوئے انساں کے اشارے نہ لپیٹ

میں دکان کا پجاری ہوں' مجھے رات نہ دو
یوں میرے تصورات کو مات نہ دو
ماضی کے گھاؤ مندمل تو کر لوں
پھر دست فرنگ میں مراہات نہ دو

آثار سحر چمن کو چونکائے رہے
سائے سے مگر چار طرف چھائے رہے
دو چار نے بڑھ کے اپنی جھولی بھری
لاکھوں کے ہجوم ہاتھ پھیلائے رہے

لاشوں کو بہت گراں کفن پہنا کر
بیٹھے ہو لبوں پہ مسکراہٹ لا کر
جھلاتے ہو کیوں خزاں کی ویرانی کو
پژمردہ گلوں کو خون میں نہلا کر

غنچوں پہ غبار مل دیا ہے ساتھی
پھولوں کو مسل مسل دیا ہے ساتھی
دامان بہار میں کسی کافر نے

کسی حشر کا ایک بل دیا ہے ساتھی

شہروں کی طرف سے اک غبار اٹھے گا
طوفاں نہیں، محشر بہار اٹھے گا
کھلیان کی دھول چھانتے دہقانو
دانہ دانہ کبھی پکار اٹھے گا

روئی کی طرح اپنا کلیجہ دھن دوں
ریشم کی مثال سرخ شالیں بن دوں
نادار عروس! آ! تیرے ماتھے پر
میں قوم کے آنسوؤں کی افشاں چن دوں

شبنم کو گلوں پہ تولتے ہیں ہم لوگ
اشکوں کی زباں میں بولتے ہیں ہم لوگ
میدان حیات میں بھٹک کر اکثر
اسرار حیات کھولتے ہیں ہم لوگ

صدیوں سے ہمارا قلب دو نیم سہی
اک کوہ گراں کی آپ تجسیم سہی
دیمک بن کر حضور کو چاٹ نہ لیں
ہم بھوک کی دلدل کے جراثیم سہی

گردش کو ٹھٹکنا نہ سکھایا تو نے

عالم کو کھلونا نہ بنایا تو نے
تقدیر کے پیچاک میں الجھا ایسا
تدبیر کا ادراک نہ پایا تو نے

دھوکے میں خوشی کے، مجھ سے حسرت کھیلی
پردے میں مشیت کے، رعونت کھیلی
شہ پارہ تخلیق نہ جانا، ہیہات
انسان سمجھ کے مجھ سے فطر کھیلی

انسان کو عرش تک ابھاروں کیسے؟
تاروں کو زمین پر اتاروں کیسے؟
ہر عزم میں ہے تیرا تعاون مطلوب
لیکن یہ بتا، تجھے پکاروں کیسے

رکتی ہوئی سانسوں میں ترانے جاگے
بجھتی ہوئی آنکھوں میں فسانے جاگے
حاصل تھا حیات کا یہی آخری پل
یہ لمحہ جب آیا تو زمانے جاگے

ذرے کو مثیل ماہ پایا میں نے
سورج کو چراغ راہ پایا میں نے
حد درجہ بڑھا تھوں میں جانے کا جنوں
ہر خیر میں اک گناہ پایا میں نے

تخلیق ہوئی ہیں کائناتیں کتنی
انوار میں ڈھل چکی ہیں راتیں کتنی
سب راز اگرچہ ہیں برا فگندہ نقاب
تجھ سے ابھی پوچھنی ہیں باتیں کتنی

واعظ کو تو مرغوب ہے خامی میری
جچتی نہیں افلاک مقامی میری
تو میرا' زمیں مری' ستارے میرے
بہتان ہے تجھ پہ نا تمامی میری

محفل میں نہیں اگرچہ ساقی باقی
مے نوش پکارتے ہیں ''ساقی ساقی!''
انسان نے کائنات تو اپنا لی
کب ہو گا بلند زمزمہ آفاقی

سورج پہ ترا حصار دیکھا میں نے
تاروں میں ترا نکھار دیکھا میں نے
آنکھوں کو تری دید کی حسرت ہی رہی
دل سے تو ہزار بار دیکھا میں نے

وہ ٹوٹ کے بجھ گئے شرار آخر کار
وہ چہرہ گل ہے پرغبار آخر کار

ہر چیز ابد کا ورد کرتی اٹھی
ہر چیز کو مل گیا قرار آخر کار

خوں ہوتی ہیں کلیاں تو مہکتے ہیں گلاب
جلتے ہیں سمندر تو اڈتے ہیں سحاب
وہ زیر افق پر کے اجالے ادھڑ کے
کیا سوچ کے ٹوٹتے ہیں تاروں کے حباب

ساحل پہ کے اتارتی ہے دنیا
ہر لمحہ بھنورا بھارتی ہے دنیا
موجوں کے کفن پھاڑ کے لیکن اب تک
"دنیا! دنیا!" پکارتی ہے دنیا

احساس کو اشعار میں ڈھالا میں نے
اسرار کو نغموں میں اچھالا میں نے
لیکن جسے انسان خوشی کہتا ہے
دیکھی نہ وہ برق رو غزالہ میں نے

ہر چند بلند بام کہتا ہوں تجھے
اور ساتھ ہی بے مقام کہتا ہوں تجھے
نادیدہ و نارسیدہ ہونے پر بھی
محبوب جہاں! سلام کہتا ہوں تجھے

انجام تلاش کا کہوں کیا نکلا
ہر راز کا حل راز سراپا نکلا
آئینہ در آئینہ ہیں اسرار حیات
ہر پردے کی اوٹ میں ندیم آ نکلا

تم اونگھ رہے ہو مجھ کو چونکاتے ہی
تم کھوئے گئے مرا پتا پاتے ہی
مجھ سے مرے دشمن کی شکایت کیوں کی
تم دور چلے گئے قریب آتے ہی

آفاق کو ایوان بنایا اپنا
تقدیر میں کردار رچایا اپنا
مجرے کو فرشتے بھی زمیں پر اترے
انسان نے جب سراغ پایا اپنا

آنسو پونچھے تو ہونٹ زخمی پائے
ہونٹوں کو ملا تو دل میں بھونچال آئے
دل کو جو سنبھالا تو خرد جاگ اٹھی
آنکھیں اڈیں فضا پہ کہرے چھائے

عکس اس کا بہر رنگ نظر آتا ہے
ہر شے پہ طلسم بن کے منڈلاتا ہے
اے نرم ہواؤ کلیو غنچو پھولو

یہ کون جھلک دکھا کے چھپ جاتا ہے

اشجار ہواؤں میں لچکتے کیوں ہیں؟
گلزار شب مہ میں مہکتے کیوں ہیں؟
یہ بھی کبھی سوچا مرے بچھڑے ہوئے دوست
اطفال سوئے قمر ہمکتے کیوں ہیں؟

آنکھیں ہیں تری سلونی شاموں کے چراغ
عارض ہیں ترے شفق سے لبریز ایاغ
یہ تیرا بدن ہے، یا ستاروں کی ہنسی
یا جوش بہار سے بھبکتا ہوا باغ

طے ہو چکی جو راہ وہ پیچیدہ نہیں
جو زلف بکھر چکی وہ ژولیدہ نہیں
کرنیں سی برس رہی ہیں ترچھی ترچھی
واللہ! نگاہیں تری وزیدہ نہیں

کٹیا سے وہ پو پھٹے نکلنا تیرا
ہر گام پہ جھینپ کر سنبھلنا تیرا
وہ کھویا ہوا ندیم پانے کے لئے
بلور کی کرچیوں پہ چلنا تیرا

کیوں سوچ میں غرق چرخ مینائی ہے

تاروں پہ غنودگی سی کیوں چھائی ہے
دامن کو سنبھال کر چلے کیوں جھونکے
شاید مرے محبوب کو نیند آئی ہے

برسوں کی شکایتیں نہ دھراؤں گا
بس ایک نگاہ خود پہ دوڑاؤں گا
تم میری طرف قدم بڑھاؤ تو سہی
تم آئے تو میں دور چلا جاؤں گا

بھولے گا نہ مڑ کے مسکرانا تیرا
ہر بات پہ وہ بھویں اٹھانا تیرا
افسانہ شوق سنتے سنتے اکثر
انگلی کو وہ دانتوں میں دبانا تیرا

اے سہمے ہوئے جری جیالوں کے وطن
آلودہ گرد زلفوں والوں کے وطن
آ میں تجھے اپنے دل کی حدت پہنچاؤں
اے میرے جمے ہوئے اجالوں کے وطن

دامان نگار اڑ رہا ہے' دیکھو
ملبوس بہار اڑ رہا ہے' دیکھو
پھولوں کا نکھار دیکھنے آئے تھے
پھولوں کا غبار اڑ رہا ہے' دیکھو

پیوست ہے میرے دل میں میرا ہی قلم
دھرتی پہ ٹپک کے خوں یہ کرتا ہے رقم
اس خون میں پھول کھلکھلاتے ہیں ندیم
جس طرح چٹانوں میں دھڑکتے ہیں صنم

زنداں کی سحر پہ ہیں سلاخوں کے داغ
کٹتی ہیں شعاعیں تو سمٹتا ہے دماغ
یہ صبح ہے یا نزع میں بچے کی ہنسی
یہ مہر ہے یا تربت شاعر کا چراغ

یوں بھی کبھی حسن مسکراتا ہے ندیم
تربت پہ چراغ ٹمٹماتا ہے ندیم
محبوبہ مفلس کے تھکے بوسوں میں
فاقوں کا غبار کر کراتا ہے ندیم

آفاق کا سیاح ہے زنداں میں اسیر
ہے پہنے ہوئے شہاب ثاقب زنجیر
اے آگ کو پھونکوں سے بجھانے والو
شعلوں کے لئے یہی ہوا ہے اکسیر

کیوں شکوہ تاراج چمن جاری ہے
کیوں صبح بہار پر خزاں طاری ہے

حاکم زباں میں اوس کہتے ہیں اسے
یہ برگ گلاب جز جو چنگاری ہے

اے مصر کا بازار سجانے والو
نیلام پہ انساں کو چڑھانے والو
اب اپنی زلیخا ہی کو بکنے سے بچاؤ
یوسف کا جمال بیچ کھانے والو

جو تاج بسر ہیں ان پہ سب کچھ وارو
جو خاک بسر ہیں ان کی گردن مارو
تاریخ کھڑی تمہارا منہ تکتی ہے
جمہوریت وقت کے برخوردارو

بادل تو بہت ہیں، مینہ کے جھالے کم ہیں
کانٹوں کے مقابلے میں لالے کم ہیں
مزدور کا ذکر تو ہزاروں سے سنا
مزدور کی فکر کرنے والے کم ہیں

یہ دور ہے اس رنگ میں اپ اپنا نظیر
ہر حسن ہے خود اپنی ہی ضد کا نخچیر
ساحل پہ حکومت ہے خزف ریزوں کی
موتی مگر آغوش صدف میں ہے اسیر

تو حسن کو کر رہا ہے پابند ثبات
انساں کو میں دے رہے ہاں پیغام نجات
تاریکی فکر میں جاتا ہے دیئے
احساس جمال ہو کہ ادراک حیات

◆◆◆

آخری دعوت

تم کو آنا ہے تو آؤ کہ دیا جلتا ہے
پھر سہ جانے یہ سہارا ابھی رہے گا کہ نہیں
بے ادب وقت کا تیزی سے قدم چلتا ہے
تم کو آنا ہے تو آؤ کہ دیا جلتا ہے
رات کا سایہ وہ پچھم کی طرف ڈھلتا ہے
جانے پھر کوئی ستارہ ابھی رہے گا کہ نہیں
تم کو آنا ہے تو آؤ کہ دیا جلتا ہے
پھر نہ جانے یہ سہارا ابھی رہے گا کہ نہیں

◆◆◆

ایک سیاسی رہنما سے

تیری تقدیر کا انداز بہت خوب رہا
صرف کہنے سے مگر کام نہیں چل سکتا
دعوئ بت شکنی گو ترا محجوب رہا
تیری تقریر کا انداز بہت خوب رہا
شیوہ اشک فشانی تجھے مرغوب رہا
شمع کشتہ پہ پتنگا تو نہیں جل سکتا
تیری تقریر کا انداز بہت خوب رہا
صرف کہنے سے مگر کام نہیں چل سکتا

◆◆◆

ولولہ حیات

جانتا ہوں زندگی کی انتہا تاریک ہے
لیکن آخر مسکرانے سے کروں پرہیز کیوں
میں سمجھتا ہوں کہ مرنے کی گھڑی نزدیک ہے
جانتا ہوں زندگی کی انتہا تاریک ہے
سانس کی یہ کانپتی ڈوری بہت باریک ہے
لیکن اس کو تیغ سے بڑھ کر نہ کر دوں تیز کیوں
جانتا ہوں زندگی کی انتہا تاریک ہے
لیکن آخر مسکرانے سے کروں پرہیز کیوں

◆◆◆

بدگمانی

میری باہوں پہ پریشاں ہیں کسی کے گیسو
دھڑکنیں دل کی مگر اب بھی ہم آہنگ نہیں
میرے افکار پہ طاری ہے حنا کی خوشبو
میری باہوں پہ پریشاں ہیں کسی کے گیسو
گو بہت دیر سے آباد ہے میرا پہلو
میرے احساس کے چہرے پہ کوئی رنگ نہیں
میری باہوں پہ پریشاں ہیں کسی کے گیسو
دھڑکنیں دل کی مگر اب بھی ہم آہنگ نہیں

◆◆◆